

مَعْدَنُ رَسُولِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مُصَنَّفُهُ

شَيْخُ السَّلَامِ أَبُو الْوَفَاءِ شَيْخُ اللَّهِ التَّمْرِيُّ



نَشْرُ

مَدْرَسَةُ الْمُحَدِّثِينَ كَتَبَهُ أَبُو الْوَفَاءِ

DATA ENTERED

مَعْرِفَةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

مُصَنَّفُهُ

شَيْخُ الْإِسْلَامِ أَبُو الْوَفَاءِ شَيْخُ الْإِسْلَامِ تَمِيمُ بْنُ



بَنِي هَاشِمٍ

نَدْوَةُ الْمَسْجِدِ النَّبِيِّ ﷺ

✓ ۲۵۲۶۹-۱۱۱

سلسلہ ندوۃ المحدثین

۲۸ شتاہ

24204

نمبر (۲)

۶۱۹۲۲	_____	امرتسر	_____	طبع اول
۶۱۹۲۵	_____	امرتسر	_____	طبع دوم
۶۱۹۴۰	_____	دہلی	_____	طبع سوم
....	_____	گوجرانوالہ	_____	طبع چہارم
....	_____	سرگودھا	_____	طبع پنجم
۶۱۹۴۴	_____	دہلی	_____	طبع ششم
۶۱۹۸۰	_____	دہلی	_____	طبع ہفتم
۶۱۹۸۲	_____	ندوۃ المحدثین گوجرانوالہ	_____	طبع ہشتم

تعداد _____ دو ہزار

تقریر بلا قیمت

کاتب _____ حسین احمد کیلانی تلمیذ سید نفیس رقمی مظاہر

ناشر

ضیاء اللہ کھوکھر، سارا اسلام آباد گوجرانوالہ

المطبعة العزیزین

۳۰-یکتا، پتلا، حیدرآباد، دکن، ۵۰۰۰۰۰

فہرس

صفحہ نمبر	نام عنوان	نمبر شمار
۵	علمائے کرام کی رائیں	۱
۱۸	اخباروں کی رائیں	۲
۲۶	دعا بدگاہِ خدا	۳
۲۶	دیکھا چہ (وجہ تالیف)	۴
۲۶	آریوں کی دل آزار تحریروں کی تفصیل	۵
۳۶	آریوں میں طرز نکاح	۶
۳۸	تمہیدِ جواب	۷
۴۳	مجموعہ جواب (مفصل جواب)	۸
۴۶	حضرت خدیجہ رضی	۹
۵۳	حضرت عائشہ رضی	۱۰
۶۰	شروعاً مذکورہ اخلاقی موت (دہلی کا اشتہار)	۱۱
۶۴	حضرت زینب رضی	۱۲
۸۸	بہتان نئے رنگ میں (حضرت ریحانہ رضی)	۱۳
۹۲	حضرت صفیہ رضی	۱۴
۹۴	حضرت ام حبیبہ رضی	۱۵
۹۵	حضرت میمونہ رضی	۱۶

۱۲/۱۰/۲۰۱۰

۱۲/۱۰/۲۰۱۰

۱۲/۱۰/۲۰۱۰

صفحہ نمبر	نام عنوان	مبشر
۹۵	حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا	۱۶
۹۸	ریختے مصنف کا بیابانگ (قصہ تحسین ماریہ رضی اللہ عنہا)	۱۷
۱۰۱	تختہ ازواج (محمد بن یسویوں والا)	۱۸
۱۰۵	مہاشہ کی تاریخ دان	۱۹
۱۰۶	سہاری دریادلی	۲۰
۱۰۷	دیانتہ دیدول والا	۲۱
۱۰۷	سوامی دیانتہ کی نسبت سہنڈول کی رائے	۲۲
۱۱۲	سوامی دیانتہ قاطع النسل اور مخلوب النصب تھے	۲۳
۱۱۵	منابہات بہرگاہ مجیب الدعوات	۲۴
۱۱۶	اسلامی شجر	۲۵
۱۱۷	نظم متعلقہ اسلامی شجر	۲۶
۱۱۸		۲۷
۱۱۹		۲۸
۱۲۰		۲۹
۱۲۱		۳۰
۱۲۲		۳۱
۱۲۳		۳۲
۱۲۴		۳۳
۱۲۵		۳۴
۱۲۶		۳۵
۱۲۷		۳۶
۱۲۸		۳۷
۱۲۹		۳۸
۱۳۰		۳۹
۱۳۱		۴۰
۱۳۲		۴۱
۱۳۳		۴۲
۱۳۴		۴۳
۱۳۵		۴۴
۱۳۶		۴۵
۱۳۷		۴۶
۱۳۸		۴۷
۱۳۹		۴۸
۱۴۰		۴۹
۱۴۱		۵۰
۱۴۲		۵۱
۱۴۳		۵۲
۱۴۴		۵۳
۱۴۵		۵۴
۱۴۶		۵۵
۱۴۷		۵۶
۱۴۸		۵۷
۱۴۹		۵۸
۱۵۰		۵۹
۱۵۱		۶۰
۱۵۲		۶۱
۱۵۳		۶۲
۱۵۴		۶۳
۱۵۵		۶۴
۱۵۶		۶۵
۱۵۷		۶۶
۱۵۸		۶۷
۱۵۹		۶۸
۱۶۰		۶۹
۱۶۱		۷۰
۱۶۲		۷۱
۱۶۳		۷۲
۱۶۴		۷۳
۱۶۵		۷۴
۱۶۶		۷۵
۱۶۷		۷۶
۱۶۸		۷۷
۱۶۹		۷۸
۱۷۰		۷۹
۱۷۱		۸۰
۱۷۲		۸۱
۱۷۳		۸۲
۱۷۴		۸۳
۱۷۵		۸۴
۱۷۶		۸۵
۱۷۷		۸۶
۱۷۸		۸۷
۱۷۹		۸۸
۱۸۰		۸۹
۱۸۱		۹۰
۱۸۲		۹۱
۱۸۳		۹۲
۱۸۴		۹۳
۱۸۵		۹۴
۱۸۶		۹۵
۱۸۷		۹۶
۱۸۸		۹۷
۱۸۹		۹۸
۱۹۰		۹۹
۱۹۱		۱۰۰

رسالہ مقدس رسول پر علماء کرام کی رائیں

کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا
 آریہ سماجی جب کبھی جواب معقول پاتے ہیں تو کہا کرتے ہیں کہ یہ جواب صرف
 مجیب کی رائے ہے۔ اور علمائے اسلام اس جواب کے قائل نہیں۔ اس لیے
 جواب ہذا پر علمائے کرام کی تصدیقات بھی لی گئیں ہیں جو درج ذیل ہیں۔

حضرات علمائے دیوبند - ضلع سہارن پور

”رنگیلار رسول“ چھاپ کر آریہ سماج نے جو نمونہ تہذیب اور آدین راست
 بیانی کا پیش کیا ہے وہ فی الحقیقت سماجی لٹریچر کی مشہور و معروف
 خصوصیات دل آزاری، سخت کلامی، دروغ بیانی اور اندھے تعصب کا ایک
 ایسا مکمل مرتع ہے جس میں سماج کے معلم اول (سوامی دیانند) کی اخلاقی تعلیم کے
 خدو خال پوری صفائی اور وضاحت سے نظر آ رہے ہیں۔

ایسی گندی اور متعفن تحریر کسی آریہ کی طرف منسوب ہو تو ہمیں کچھ بھی حیرت نہیں
 ہاں حیرت اگر ہے تو مسلمانوں کے غایت درجہ کے صبر و تحمل پر کہ آج اپنے پاک
 رسول کی جناب میں ایسے رکیک اور کمینہ حملے دیکھ کر بھی ان میں کوئی حرکت پیدا
 نہیں ہوتی۔ **هِيَ اَلَّتِي مِثُّ قَبْلَ هَذَا وَ كُنْتُ لَسِيًّا مَنَسِيًّا**

حق تعالیٰ نیک اجر دے مولوی ابوالوناشا، اشد صاحب امرتسری کو جنہوں
 نے مقدس رسول ”لکھ کر ایسی گندی“ کا جواب بڑی پاکیزگی سے، اندھیرے کا جالے
 سے اور بد تہذیبی کا نہایت سنجیدگی اور متانت سے دیا اور ثابت کر دیا کہ اس رسول
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا جن کی بعثت کی غرض ہی یہ تھی۔ **لَا تَقِمْ مَكَامًا**

لہ میں اس لیے رسول ہو کر آیا ہوں کہ اعلیٰ اخلاق کو مکمل کر دوں، حضور علیہ السلام کا فرمان ہے (صفت)

الأخلاق ط۔ اس گئی گزری حالت میں بھی دنیا کے بڑے بڑے مدعیان تہذیب سے بڑھ کر مہذب ہیں۔ سچ یہ ہے کہ مولوی صاحب ممدوح نے اپنے مخصوص رنگ اور مختصر جملوں میں رنگیلے مہاشہ کا سارا تار و پود بچیر دیا ہے اور اپنے قلم کی حرکت سے کذب و دروغ اور تعصب و عناد کے وہ سب غلیظ پردے پکیر چاک کر دیئے ہیں جن کے نیچے رنگیلے مہاشہ نے اس مقدس رسول کی پاک زندگی کو مستور کرنا چاہا تھا۔

خدا تعالیٰ مولوی صاحب کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ہم کو کام کرنے کی ہمت بخشنے۔

جزاۃ اللہ عن سائر المسلمین جزاء حسنًا ورفقہ وایمانا لما یحب یرضی
(دستخط علمائے کرام)

(مولانا شبیر احمد عثمانی، (مولانا) سراج احمد (مولانا) حبیب الرحمن۔

(از مدرسہ ڈیوبند)

نوٹ :- دس نسخے قیمتاً بھیج دیں۔ (حبیب الرحمن)

مولانا ترضی حسن صاحب | میں نے رسالہ "مقدس رسول" دیکھا متعصب آریہ کے غیر مہذب اعتراضوں کا بڑی تہذیب

اور متانت سے جواب دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آریہ سماج کو ہدایت کرے اور اہل اسلام کو استقامت عنایت فرمائے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کی سعی قابل ثناء ہے۔ جزاۃ اللہ تعالیٰ عنی وعن سائر المسلمین خیر الجزاء و صلی اللہ علیٰ خیر خلقہ سیدنا و آلہ و صحبہ الی یوم الجزاء۔

بندہ ترضی حسن (از دیوبند)

حامدًا و مصلیًا و مسلما اما بعد میں

مولانا اعزاز علی صاحب | میں نے رسالہ "مقدس رسول" کو مطالعہ کیا مولانا

ثناء اللہ صاحب کے جوابات آریوں کے مقابلہ میں ہمیشہ مسکت ثابت ہوئے

ہیں اور وہ مختصر لفظوں میں بہت سے جوابات بصراحت اور بعض باشارات دیتے ہیں۔ اس میں بھی انہوں نے زمانہ کی جدت اور واقعات کی تحقیق سے کام لیا ہے اور اکثر مواقع پر الزامی جواب دے کر دفاع عن الاسلام کا فریضہ ادا کیا ہے۔

میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند عالم اس رسالہ کو مقبول اور اسلام اور اہل اسلام کو اس سے مستفیض فرماوے۔ آمین۔

محمد اعجاز علی غفرلہ (از مدرسہ دیوبند) ۸ صفر ۱۳۲۳ھ

علماء دارالحدیث مدرسہ رحمانیہ دہلی

انا بعد۔ کسی آریہ نے ایک رسالہ ”رنگیلا رسول“ لکھا ہے جس میں مسلمانوں کی دل آزاری کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا، بنجیال اطمینان و تشفی قلوب اہل اسلام مولانا ابو الوفا رثنا را شد صاحب اسر تسری نے اس کا جواب دندان شکن نہایت نرمی اور مہذبانہ لہجے سے ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے جس کا نام ”مقدس رسول“ ہے۔ میں نے اس رسالہ کو بغور دیکھا، ہر مضمون کا جواب اس کی نہایت سچا اور منصفانہ اور ہر کلام و جملہ محققانہ اور مہذبانہ ہے، مجیب کو عقلاً اور عرفاً حتیٰ تھا کہ جواب ترکی بہ ترکی اسی لہجہ کے ساتھ دیتے جو رنگیلے مہاشہ نے اختیار کیا ہے مگر بحکم و جادِ لہو و لہبِ التی ہی احسن۔ جو ہمارے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم ہے، نہایت نرمی اور تہذیب کے ساتھ دیا ہے، اور ایک لفظ بھی غیر مہذبانہ استعمال نہیں کیا ہے آفوس باد بریں ہمتِ سروانہ اور۔

والتَّسْلَامُ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی و سرشد و اہتدی

دستخط علمائے کرام دہلی

مولانا، ابوطاہر بہاری۔ (مولانا) احمد موصول اعظم گڑھ، مولانا، ابولوفان

عبدالرحمن (از مدرسہ رحمانیہ دہلی)

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی | میں نے رسالہ

جناب مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کو اشاعت سے پہلے پڑھا۔ وہ عین ضرورت کے وقت لکھا گیا ہے اور اس میں جس قدر مضامین ہیں وہ سب مدلل اور تحقیق کرتے دانے کو مطمئن کرنے والے ہیں۔

مولانا موصوف کی ساری زندگی خدمت اسلام میں گزری، دشمنان اسلام کے ہر حملہ کا فوری جواب ان کی طرف سے شائع ہوتا ہے۔ یہ رسالہ بھی جن غیر منہج سائل کے جواب میں ہے، انہوں نے مسلمانوں کو نہایت مشتعل کر رکھا ہے۔ مجھے امید ہے کہ مسلمان اس رسالہ کی کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کریں گے اور میں بھی قیمت معلوم ہونے کے بعد پچاس کاپیاں اس کی خرید کر تقسیم کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

حسن نظامی

۲ ستمبر ۱۹۲۲ء

مولانا عبدالباری صاحب لکھنوی | مولانا المکرم، السلام علیکم۔

میں ابتداء ہی سے آپ کی تصانیف متعلق روآریہ کے مطالعہ سے بہرہ ور ہو رہا ہوں۔ اور اس فرقہ کے حالات کی ہمیشہ آپ ہی کی تحریرات سے مجھے واقفیت ہوتی ہے۔ مجھے آپ کی اس تصنیف "مقدس رسول" سے توقع کے موافق فائدہ ہوا، بہت باموقع مناسب رسالہ ہے "رنجیلار رسول" رسالہ کا ذکر اول اول میں نے گاندھی صاحب کی زبان سے سنا تھا۔ وہ پنجاب کے ہندوؤں کے رسائل و اخبارات کے زائد شاکی تھے اور ان کی ردوں کے بھی جواہل اسلام کی طرف سے تھے۔ شکایت کرتے تھے، مجھے تو یہ خیال تھا کہ جس رسالہ کو گاندھی صاحب نے مسلمانوں کا دل آزاد تصور کیا تھا۔ اس کو مسلمان جس حد تک دل آزار سمجھتے وہ کم ہے کہیں اس کا جواب کوئی بکڑے نے دل ترکی بترکی نہیں تو تعلم اسلامی کے منافی ہے۔ بارے یہ خیال غلط نکلا اور آپ نے اس خدمت کو انجام دیا جو

حضرات اہل علم کے شایان شان ہے۔ مجھے آپ کے شکریہ کی ضرورت نہیں
صرف اس قدر عرض کرنا کافی ہے۔ جزاکم اللہ عناد عن الاسلام
خیر الجزاء۔ والسلام مع الاکرام۔ فقط
فقیر محمد عبدالباری عفا اللہ عنہ۔ ۲ صفر ۱۴۲۲ھ

مولانا حافظ ابراہیم صاحب سیالکوٹی

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَاسْلَامٌ عَلَىٰ عِبَادَةِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ۔ اِتَّابِعُوا
حال میں آریوں نے ایک کتاب موسومہ ”رنجیلہ رسول“ شائع کی ہے۔
اس کے مصنف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و فداہ ابی و اُمی و عرضی و روحی
و کل شئی عندی کی ذات اقدس کی نسبت بہت نامہذب و ریدہ دہنی کی ہے
اس کے جواب میں شیر اسلام سرخیل مناظرین زمان، سردار اہل حدیث جناب
مولانا مکرم مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل اسر تسری نے یہ کتاب ”مقدس
رسول لکھی ہے۔ جواب کی خوبی، استخیر کی متانت اور بیان کی خوش اسلوبی کی
محتاج بیان نہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے جناب مولانا صاحب کو اس کی قابلیت
خصوصیت سے عطا کی ہے۔ میں تو ان کے اس کتاب کا نام ”مقدس رسول“
رکھنے ہی پر قربان ہوں۔ خدا تعالیٰ جناب مولانا کو اس کی جزائے خیر دے
اور ان کے عمل کو قبول فرمائے، آپ کی عمر و فیض میں ترقی و برکت بخشے اور لوگوں
کو اس سے متمتع کرے۔“

(از سیالکوٹ، ستمبر ۱۹۲۴ء)

مولانا محمد مبارک حسین صاحب از میرٹھ | آریوں کی طرف سے
جو کتاب موسومہ رنجیلہ

رسول کے نام سے شائع ہوئی اس کے جواب لکھنے کی طرف میں نے قلم
کو متوجہ کیا تھا۔ مگر آج (۲۴ ستمبر ۱۹۲۴ء) کی ڈاک سے شیر پنجاب مولانا ثناء اللہ

صاحب کا مسئلہ رسالہ پہنچا، رسالہ دیکھنے کے بعد میں نے خیال تبدیل کر دیا کہ اب ضرورت باقی نہیں رہی۔ مولانا نے جس خوبی سے رسالہ تحریر کیا ہے اور آریہ کے سر پہلے اثر اور بے جا حملوں کی جس قابلہ طرز اور تحقیقی تدقیق سے مدافعت کی ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں، میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مولانا ثناء اللہ صاحب کی عزت کی زندگی میں اصنافہ فرما کر اسلام کو ان سے نفع پہنچائے۔ آمین!

خادم العلماء محمد مبارک حسین محمودی مدرس اول و ناظم مدرسہ دارالعلوم
جامع مسجد میرٹھ شہر۔ ۳ ستمبر ۱۹۲۴ء

جناب سید غلام بھیک صاحب ناظم جمعیتہ مرکزیہ تبلیغ اسلام شہر انبالہ
آریہ سماج کے کارکن اور پربچارک اسلام اہل اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں جو زہرا لکھتے رہتے ہیں اس کی تازہ مثالوں میں
وہ کتاب بھی ہے جس کا نام ”ریجیلا رسول“ رکھا گیا ہے۔ اور جس کے مصنف
کو اپنا نام ظاہر کرنے کی اخلاقی جرارت بھی نہیں ہوئی۔ مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ
صاحب امرتسری دشت مناظرہ کے پرانے ستیاج ہیں یہ کب ہو سکتا تھا کہ مولانا
اس کتاب کا جواب نہ لکھتے۔ چنانچہ آپ نے اس کا جواب لکھا اور ”مقدس
رسول“ نام رکھا۔ اس جواب میں گنہام و نقاب پوش معترض کے ہتھکنڈوں کی خوب
قلعی کھولی گئی ہے اس جواب کا انداز بیان دلچسپ ہے اور چونکہ گم نام معترض کا
مقصد عوام الناس کو دھوکا دینا ہے۔ اس واسطے مولانا نے بھی جوابات ایسے
لکھے ہیں جو نہایت عام فہم ہیں۔ ایسے زہر کا تریاق ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔

زیادہ نیاز و السلام

بندہ غلام بھیک نیرنگ از بمبئی، ۸ ستمبر ۱۹۲۴ء

لے آپ بھی جواب لکھیے بلکہ اور علماء بھی لکھیں کیا ترک اسلام کے متعدد جواب نہ ہوتے تھے (مصنف)

چند دنوں پیشتر ہندو مسلم اتفاق نے
مولانا محمد ابوالقاسم سیف محمدی بنارس | وہ شجر با شرم پید کیا تھا کہ تعصبات

و اختلافات کا نام و نشان باقی نہ رہا تھا۔ خدا جانے اس مبارک شجر میں کسی کی نظر بد لگی کہ مشاجرہ شروع ہو گیا اور بقول ہما تہا گاندھی "آریہ سماج کی عادت لڑائی و تنگ نظری ہے" آریوں کے پوجنیہ شروماندھی نے جیل سے باہر آتے ہی شدھی و سنگٹھن کے زہریلے درخت کی آبیاری شروع کی جس نے اتفاق باہمی کے مبارک زمانہ کو خواب خیال کر دیا اور اس درخت کے کڑوے پھل رسالہ ہائے "رنگیلا رسول" اور "چتر جیون" وغیرہ کی شکل میں بازار میں آئے۔ خدا جزائے خیر دے مولانا شیر پنجاب کو کہ انہوں نے سب سے پہلے اس حملہ کا جواب دیا اور کیا خوب جواب دیا۔ ماشاء اللہ مخالفین اسلام کے جواب میں آپ کا بلکہ جواب مستم ہے اور پھر طرز تحریر نہایت سستہ جس میں سحت کلامی کا شائبہ تک نہیں ہے اور یہ کچھ اسی رسالہ کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ آپ کی تمامی تالیفات اسی طرح دل آزاری سے پاک ہیں۔
 جزاء اللہ خیراً۔

دعائك يا فخر الافرامل واجب على كل ذي فضل بدو مظلم
 (عاجز محمد ابوالقاسم بنارس)

رسالہ "مقدس رسول" مصنف
مولانا عبد الماجد صاحب قادی بادیونی | علامہ ابوالوفاء قبل تکمیل صفحہ

۴۴ تک مطبوعہ پڑھا۔ آریوں کے مفوات پر سکوت بہتر لیکن ان کے ترہات بلاشبہ بعض اوقات و حالات میں لائق جواب و توضیح، جس سے ان پر اتمام حجت کہ شاید کوئی سعید روح نکلے جو اپنے منخرفات کی حقیقت جہالت معلوم کر کے حق و صداقت کے قبول کی تڑپ دکھائے۔ وَمَا ذَلِكْ عَلَى اللَّهِ بَعْزِينَ۔ اور بعض اوقات تاواقفین و غربائے سلین میں ان کے کسر عجیب و تفاخر ناروا کا قلع و استیصال معقول جس سے اس کا فتنہ مسدود ہو، بناءً علیہ ہندوستان کے مشہور مناظر آریہ علامہ ابوالوفاء

امر تسری نے جس سلامت، امتنان، ترویج، تحقیق سے رسالہ "مقدس رسول" لکھا وہ قابل ستائش و لائق امتنان ہے۔ فجزا لا اللہ خیر الجزاء

میرے خیال میں اس کو عوام اور دیہاتی آبادی کے مسلمانوں تک کثرت سے پہنچایا جائے اور اس خدمت اور اشاعت حق کو تمام تبلیغی انجمنیں انجام دیں۔ اور ثواب تبلیغ و اشاعت حاصل کریں۔

میں سمجھتا ہوں کہ علاوہ مخالف کے دفع توہمات و اعتراضات اور اس پر قومی التزامات و ایرادات کے یہ رسالہ ازواج مطہرات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر تاریخ بھی ہے اور تعداد ازواج کے فلسفہ جواز کا بہتر النموذج (نمونہ) بھی۔ فقط۔ والسلام

فقیر عبد الماجد القادری البدیونی

جناب مولانا محمد کفایت اللہ صاحب جمعیتہ العلمیہ، دہلی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ

وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِنِ۔ اَمَّا بَعْدُ !

خاکسار نے کتاب مستطاب "مقدس رسول" کے چند صفحات مطالعہ کیے یہ کتاب

جناب فاضل علامہ مولانا المولوی ابوالوفار محمد ثناء اللہ صاحب امرتسری نے ایک

آریہ مہاشے کی کتاب "رنجیلہ رسول" کے جواب میں لکھ کر نہ صرف قومی اور اسلامی

فریضہ ادا کیا ہے۔ بلکہ مسلمانوں پر ایک تازہ احسان کیا ہے۔ مولانا مدوح نے اس

سے پہلے بھی مخالفین اسلام کی بہت سی کتابوں کتابوں کے جواب تحریر فرمائے

ہیں جو ملک میں شائع اور مقبول ہو چکے ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے مجھے بہت

مسرت ہوئی، اول اس لیے کہ جواب نہایت معقول اور مدلل طور پر لکھے گئے ہیں۔ دوم

یہ طرز تحریر نہایت ہی مہذب ہے اسلامی اخلاق و اسلامی تہذیب کا پورا لحاظ رکھا گیا

ہے۔ سوئم اس لیے کہ نادانوں کے لیے دھوکا کھانے کا موقع نہ رہا اور واللہ لا

یہدی الخائنین کا مصداق ہو گیا۔
حضرت حق جل مجدہ سے دعا ہے کہ مولانا موصوف کو تمام مسلمانوں کی طرف
سے جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی مخلصانہ سعی کو مشکور اور کتاب "مقدس رسول"
کو مقبول اور مسلمانوں کو اس سے بہرہ ور اور طالبین حق کے لیے اس کو ذریعہ ہدایت
بنائے آمین رب العالمین۔

(خاکسار محمد کفایت اللہ عفرلہ)

مولانا عبد الشکور صاحب | مدیر رسالہ "البنجم" لکھنؤ تخریر فرماتے ہیں۔

اس حقیر نے کتاب "مقدس رسول" کو
دیکھا آریوں کی طرف سے جو دل خراش کتاب "زندگیار رسول" شائع ہوئی تھی اور اس
میں نہایت غیر مہذب طریقہ سے بہترین انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی پر دل آزر
حملے کئے گئے تھے۔ کتاب مذکور میں مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب نے اسی کا جواب
لکھا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اِدْفَعْ بِاَلَّتِي هِيَ اَحْسَنُ پر پورا عمل ہوا ہے۔ آریوں کی
تلخ کلامی کا جواب شیریں الفاظ میں دیا ہے اور ان کے اعتراضات کے تحقیقی جوابات
دینے کے ساتھ الزامان کے مذہب کی حقیقت بھی دکھلائی ہے آپ کی کثرت لاج
پر مخالف کی نکتہ چینیوں کا مستقول جواب دے کر آپ کے دامن تقدس کا تمام اعتراضات
سے پاک ہونا اچھی طرح دکھلایا ہے۔ ان کے جھوٹے حوالہ کتب پر بھی تنقید کی ہے
اور سب سے پہلے آریوں کی شرارتوں کا مدلل اور قمری ثبوت دیا ہے۔ فخرناہ
اللہ خیر الجزاء۔

مولانا حافظ احمد سعید صاحب | ناظم جمعیتہ العلماء ہند از دہلی لکھتے ہیں:-

میں نے کتاب مقدس رسول کا بعض
جگہ سے مطالعہ کیا یہ کتاب رنگیلے رسول کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ کتاب کی خوبی
محض اتنی ہی بات سے ظاہر ہو جاتی ہے کہ اس کتاب کو مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری

نے تصنیف کیا ہے مولانا موصوف نے مذاہب باطلہ کے مقابلہ میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ محتاج بیان نہیں، آپ کی ذات گرامی کے ساتھ اس کی نسبت اس امر کے لیے کافی ضمانت ہے کہ یہ کتاب رنگیلے رسول کا مکمل جواب ہے۔ آقاؐ کو نبی رسول ثقلین علیہ التحۃ والتسلیم کی مقدس زندگی پر نہایت محققانہ بحث کی ہے "رنگیلے رسول" کے مصنف کی تدلیسات و تبلیغات کا اس خوبی سے انکشاف کیا ہے کہ اس کی خیانت کو بالکل طشت از بام کر دیا ہے۔

ایک منصف مزاج اور صادق کی نظر میں تمام شکوک و شبہات کے زہریلے جراثیم کے لیے یہ کتاب تریاق اکبر اور اکیر اعظم ہے مجھے مسلمانوں کے مذہبی جذبہ سے کامل توقع ہے کہ اس کتاب کی اشاعت میں پورا پورا حصہ لیں گے۔ خدا تعالیٰ اس کتاب کو درجہ قبولیت عطا کرے اور مولانا موصوف کے لیے باقیات الصالحات میں ایک مزید اضافہ فرمائے۔ ہوجبی و نعو الوکیل۔

مولانا عبدالحلیم صاحب صدیقی | نائب ناظم جمعیتہ العلماء ہند فرماتے ہیں۔

ایک مہاشہ جی نے "رنگیلے رسول" کے نام سے ایک کتاب شائع کی جس میں ہمارے آقا سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اروحنا فذہ) کی پاکیزہ زندگی پر نہایت ناپاک حملے کیے اور تاجدارِ مدینہ کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کیے۔ جس کو کوئی مسلمان ایک لمحہ کے لیے بھی برواشت نہیں کر سکتا۔ اور اس کتاب کی حمایت و اشاعت میں آریہ پریس نے اپنی پوری قوت صرف کر دی۔

ضرورت تھی کہ ان بے سرو پا الزامات کا نہایت سنجیدہ جواب دیا جاتا۔ خدا کا شکر ہے جس نے اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کا اظہار فرمایا۔ اس حتمی ضرورت کو پورا فرمایا۔ اور اس قلم سے جو گویا اسی غرض کے لیے مخلوق ہوا ہے۔ یعنی امام المناظرین مولانا ابوالوفا محمد ثناء اللہ امرتسری سلمہ اللہ نے اس تہذیب سوز رسالہ کا جواب مقدس رسولؐ "تخرید فرمایا۔ ہم تمام مسلمان اس قلمی جہاد کے لیے مولانا کے شکر گزار ہیں۔

واقعہ تو یوں ہے کہ مولانا موصوف نے ”مقدس رسول“ تالیف فرما کر چودھویں صدی میں اس فرض کو پورا کیا ہے۔ جس کو عہد نبوت میں شاعر رسول اللہ سیدنا حسن بن ثابت رضی اللہ عنہ برسر منبر ہجاء مشرکین کے جواب میں ادا فرمایا کرتے تھے اور جس کے صلہ میں اَجِبْ وَمَعَكَ رُوحُ الْقُدُسِ کے معزز خطاب سے سرفراز فرمائے جاتے تھے۔

رسالہ ”مقدس رسول“ کا میتین طرز بیان اور مذہب پیرایہ ادا اس پر شاہد ہے کہ فریضہ حسانی کی مماثلت نے مولانا ابو الوفاء کو بھی تائید روح القدس سے ہم آغوش کر دیا۔ اور مولانا اس گستاخ سماجی کو مسکت جواب دینے میں کامیاب ہوئے۔ فَلِلَّهِ الْحَمْدُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ كَثِيرًا كَثِيرًا۔

”مقدس رسول“ کا مطالعہ کرنے والوں کو بدامنتہ محسوس ہوگا کہ آقائے نامدار سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب میں اس متعصب مہاشے کی جناب سے جو جوگ ستاخیان و بے ادبیاں روارکھی گئیں، ان کے رفع کرنے اور جواب دینے میں خود سرکار رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرر فرمودہ آئین دفاع سے سرمو تجاوز نہیں کیا گیا۔

مجیب نے مقام مناظرہ میں وَجَادِ لَهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ كِ رُشْنِي کو سامنے رکھا اور جواب دیتے ہوئے لَا يَجْرِمَنَّكَ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَقْدِرُوا۔ کو مشعل راہ قرار دیا۔ درحقیقت ”نگیلا رسول“ جیسی ناپاک کتاب کا جواب ”مقدس رسول“ اپنی گونا گوں خصوصیات کے لحاظ سے باطل پرستی کے لیے ایک کھلی بصیرت ہے۔ وَلَوْ كَانُوا يَبْصُرُونَ۔ فَلِلَّهِ دَرُجَاتٌ مَوْلَىٰ اَصَابَ مَا شَاءَ فَاجَادُوا اِفَادَ وَجَا زَاهُ عَنَّا وَعَنِ الْمَسْلُومِيْنَ خَيْرًا اجزاء۔

تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ ”مقدس رسول“ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کے پاکیزہ حالات پڑھیں۔ میری خواہش ہے کہ ہر ایک مسلم گھر میں کم از کم

کم ایک ایک نسخہ "مقدس رسول" کا ضرور ہے۔ جس جماعت نے "ریگلا رسول" جیسی معیار اخلاق سے گری ہوئی کتاب شائع کر کے دنیا کے سامنے دیا تندی متانت کو بے نقاب پیش کیا ہے۔ اس کو بھی چاہیے کہ "مقدس رسول" کا مطالعہ کرے۔ تاکہ اس کو معلوم ہو سکے کہ خدا کے جس آخری اور برحق رسول کی معصوم زندگی پر انسانیت کو لرزادینے والے حملے کیے گئے ہیں۔ اس رسول کے ماننے والے چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی باوجود انتہائی اشتعال کے کس طرح اپنے پاک مذہب کی شاندار روایات کو قائم رکھتے ہیں۔

وَحَسْبُكُمْ هَذَا التَّفَاوُتُ بَيْنَنَا
وَكُلُّ إِنَاءٍ بِالَّذِي فِيهِ يَنْصَبُ

جناب مولوی عبد القیوم صاحب کیل درجہ اول حیدرآباد دکن

رسالہ "مقدس رسول" پہنچا۔ اسی وقت سے میں نے اس کا مطالعہ شروع کیا اور جیت تک کہ میں نے اس کو ختم نہیں کیا کوئی کام نہیں کیا۔ ہر ہر فقرہ پر دل آپ کو دعا دیتا ہے۔ قدسی علیہ الرحمۃ کا شعر ہے۔

روز قیامت ہر کے در دست گیر و نامہ

من نیز حاضر می شوم تصویر جانال در بغل

آپ نے حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو تصویر معنوی و ظاہری صحیح اس رسالہ میں کھینچی ہے۔ خدا کرے کہ روز قیامت آپ کے واسطے اس شعر کا مصداق ہو جائے اور آپ کو خدائے تعالیٰ مداح علیا عطا فرمائے۔

جناب مولوی محمد عثمان صاحب مبلغ انجمن ماہدیت سکند آباد دکن

الحمد لله الرشيد الهادي ذي المنة الكبرى على العباد
وبعد فاعلم ذلك السفر الحلي لابي الوفاء الفاضل الحبر العلي

الشاقد المتوقد العريف
 متمسك بصحيح خير محمد
 سناه تبياناً مقدس رسول
 مزق شردها تند كل مند
 لله ذرّابي الوفاء الفاضل
 ابقاه ربّ الارض والسما
 تالله لمرت مثله العيون
 نشني عليك الخير يا مولانا
 ونعوذ بالله من زمان
 يا حامد ادع الله لابي الوفاء
 زنده باشي كيقصدوي سال خوش
 الماهر المتجر العطريف
 كصنع فضلاء الزمان مجد
 وهذبه كتهذيب الفحول
 وحرق ما في باب المعلق
 يفصل بين الحق وبين البطل
 مفلاق اهل الشر والشمام
 دامت له البركات والثنون
 ونشرك المجهود يا اولنا
 لموتكن في حيا يا ذا الشان
 دام له الشفاء بخير البقاء
 خضر صورت سيد الهدى

جناب ہمارا جبر سرکشن پر شاد بین السلطنت حیدرآباد کن

"مقدس رسول" کو فقیر نے بالاستیعاب دیکھا۔ آریہ سماج نے "رنگیلار رسول" چھاپ کر جو اپنی تہذیب اخلاق کا نمونہ پیش کیا ہے۔ وہ سماجی لٹریچر کی دل آزاری سخت کلامی کی خصوصیات میں ہے۔ اس سے آریہ کے بانی مبانی (سوامی دیانند) کی اخلاق تعلیم پر وجہ گستاہ ہے۔ یہ فقیر نہیں سمجھتا کہ ان کے پیرو اپنے بانی کی بدنامی کے کیوں ورپے ہیں۔

دشنام مذہب ہے کہ جائز باشد

مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

آریہ سماج کی وریدہ دہنی اور سخت کلامی پرائل اسلام نے جس صبر و سکوت

سے کام لیا وہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان لا یتسمو مکار و
 الاخلاق کی پوری پوری تعمیل کی ہے۔ آپ نے "رنگیلار رسول" کا جواب جس

تہذیب و متانت سے لکھا ہے وہ پیغمبر اسلام کے اخلاق کا اعلیٰ نمونہ ہے آپ نے کذب و دروغ اور تعصب و عناد کے وہ پردے چاک کر دیئے جن کے پیچھے سنگیلے مماشر نے مقدس رسولؐ کی پاک اور بے عیب زندگی کو پوشیدہ کرنا چاہا تھا۔ آپ نے واقعات کی تحقیق میں اپنی جس وسیع معلومات سے کام لیا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ یہ آپ ہی کا کام تھا۔ آپ نے اسلام کا وہ فرض ادا کیا ہے جس کی اشد ضرورت تھی۔ بلکہ مسلمانوں پر احسان کیا ہے، جواب کی خوبی، تحریر کی متانت اور بیان کی خوش اسلوبی بیان سے بالا ہے۔ آری یہ صاحبوں کے بے جا حملوں کا جس قابلیت سے جواب دیا ہے وہ قابل الطمینان و لائق امتنان ہے۔ فجزاک اللہ خیر الجزاء۔ حق تعالیٰ آپ کی اس اسلامی سعی کو مشکور اور کتاب مقدس رسولؐ کو مقبول اور اہل اسلام کو اس سے بہرہ ور کرے اور آپ کی عزت و زندگی میں اضافہ کرے۔ آمین!



معزز اسلامی اخباروں کی رائے مقدس رسولؐ پر

معزز روزانہ "زمیندار" لاہور | ابوالوفاء مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کو
یہ غیر مسلموں کے مذہبی اعتراضات کے دندان شکن

اور قاطع جواب دینے میں جو خاص شہرت حاصل ہے وہ محتاج تصریح نہیں
بلا خوف تردید یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ مولانا نے عرض نے اس وقت تک
عیسائیوں، آریوں اور دوسرے گمراہ فرقوں کے مقابلہ میں دینِ قیم کی جو عظیم الشان خدمات
انجام دی ہیں۔ ان کی سپاس گزاری کے گرائل بہا فرض من سے ہندوستان کے مسلمان
کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ قارئین کرام کو معلوم ہوگا کہ پچھلے دنوں ایک آریہ

مہاشے نے ”رنگیلار رسول“ کے نام سے ایک سخت دل آزار کتاب شائع کی تھی جس میں اس کائنات کے بزرگ ترین انسان یعنی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات پر نہایت رکیک کینے اور نامذہب اعتراضات کیے گئے تھے۔ مولانا ثناء اللہ صاحب نے ”مقدس رسول“ میں اس کتاب کا نہایت متین، معقول، محققاً اور قاطع جواب دیا ہے اور سب سے نمایاں اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ زیر جواب کتاب کے انداز تحریر کی شدید دل آزاری کے باوجود مولانا ممدوح نے جہادِ لہوِّیہ لٹی ہی احسن کے رشتہ ملکوتیت ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور علمائے کرام دیوبند کے قول کے مطابق ”گندگی کا پاکیزگی سے، اندھیرے کا اجالے سے اور بد تمیزی کا سنجیدگی اور متانت“ سے جواب دیا ہے۔ ”مقدس رسول“ صفحات پر مشتمل ہے۔ لیکن اس جمال و اختصار کے باوجود ہر اعتراض کی نہایت عمدہ انداز اور دل آویز طریقے سے تردید کی گئی ہے۔ ہماری دلی آرزو ہے کہ اس کتاب کی مسلمانوں میں زیادہ اشاعت ہو تاکہ وہ سماجیوں اور دوسرے مخالف فرقوں کے لغو بے ہودہ اور غیر معقول اعتراضات کی بے حقیقی سے پورے طور پر واقف ہو جائیں کتاب کی لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت عمدہ۔

(۲۲ جنوری ۱۹۲۵ء)

آریہ سماج کے ایک محبوب اور روپوش معزز روزانہ ”سیاسٹ“ لاہور | مناظر نے کتاب ”رنگیلار رسول“ شائع کر کے جس رنگ میں مسلمانوں کے دلوں کو زخمی کیا تھا اس کا اندازہ وہی لگا سکتے ہیں۔ جن کو بد قسمتی سے اس کے مطالعہ کا اتفاق ہوا۔ اس کے جواب میں فاضل اجل رئیس المناظرین، فخر المتکلمین مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب شیر پنجاب مدیر ”الہدیت“ نے مندرجہ بالا کتاب تحریر فرمائی ہے۔ مولانا کے لیے یہ عجیب مواد کی بات ہے کہ اگر سوامی دیانند جی بانی آریہ سماج نے اپنی ”ستیا رتھ پرکاش“ میں بقول شریمان لالہ لاجپت رائے ”سنی سنائی باتوں پر بھروسہ کر کے اسلام پر ایک صد آنسو اعتراضات کیے تو اس کا جواب سب سے

پہلے مولانا محمد ح ہی نے تحریر فرمایا۔ اس کے بعد سابق دھرمیال حال پھرووی
 غازی محمود صاحب بی، اے نے اگر ترک اسلام، نخل اسلام، تہذیب اسلام وغیرہ
 کتابیں لکھیں تو ان کے جواب میں بھی سب سے پہلے مولانا ہی نے ایشہب قلم کی
 جولانی دکھائی اس لیے قدرتی بات تھی کہ ”رنگیلا رسول“ کا جواب بھی سب سے
 اول آپ ہی تصنیف فرماتے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، جیسی کہ توقع تھی۔ آپ نے
 جواب لکھا کتاب کی عمدگی کی نسبت اتنا ہی کہہ دینا کافی ہوگا کہ اس کے مصنف مولانا
 ثناء اللہ صاحب ہیں۔ ہندستان کے نامور علماء نے اس کا جواب کتاب پر
 نہایت اچھی تقریظات تحریر فرمائی ہیں۔ علماء و فضلاء جس رسالہ نافعہ کی تعریف
 و توصیف میں رطب اللسان ہوں۔ اس کے متعلق ہمارا کچھ تحریر کرنا غالباً گستاخی پر
 محمول ہوگا۔ ہم ہر اسلامی انجن سے پُر زور سفارش کرتے ہیں کہ اس مفید کتاب
 کی حسب توفیق کاپیاں خرید کر تبلیغی حلقوں میں تقسیم کرے۔ علاوہ ازیں ہر خواندہ
 مسلمان کو چاہیے کہ اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرے۔

(۱۱ اکتوبر ۱۹۲۳ء)

معزز سلطان الاخبار بمبئی | ”مقدس رسول“ اس کے مصنف مولانا
 ثناء اللہ صاحب مدیر اخبار ”الحدیث“ امرتسر

میں یہ کتاب آریوں کی کتاب ”رنگیلا رسول“ (جس میں رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم
 کی شان میں توہین آمیز کلمے استعمال کیے گئے ہیں) کے جواب میں لکھی گئی
 ہے۔ واقعی مصنف موصوف نے ”رنگیلا رسول“ کا جواب نہایت پاکیزگی کے ساتھ
 دیا ہے۔

(۲۸ صفر ۱۳۴۳ھ ۲۸ ستمبر ۱۹۲۳ء)

معزز مسلم راجپوت امرتسر | ”رنگیلا رسول“ اور ”چتر جیون“ آریہ سماج
 کی تہذیب و اخلاق کا بہترین نمونہ ہیں۔

۱۵ بلکہ کسی اور نے نہیں دیا مصنف

ان میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر نہایت ناپاک اور ناواجب اور لغو حملے کیے گئے ہیں۔ مولانا ابوالوفائے ثناء اللہ صاحب نے ان دونوں کتابوں کا جواب "مقدس رسول" میں دیا ہے جو حال میں چھپ کر شائع ہوئی ہے۔ مولوی صاحب کو آریوں کے لٹریچر پر کامل عبور ہے۔ اور رینگیلا رسول کا جواب انہوں نے دندان شکن واقعات و دلائل سے دیا ہے۔ ہمارے علم میں یہ جواب ہے، جو علمائے ہند کی طرف سے "رینگیلا رسول" کے مولف کی ثقافت قلبی کا دیا گیا ہے، اور نہایت مہذب پیرایہ میں دیا گیا ہے۔ کتاب کا حجم ۸۰ صفحہ علاوہ سرورق، لکھائی، چھپائی کا عمدہ دیدہ زیب (دیکھ آئیور ۱۹۲۲ء)

معزز عالمگیر امرتسر | رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فداہ روحی کی نسبت "رینگیلا رسول" (اردو، اور "دچتر جیون" (ناگری) کے مصنف نے جس بد اخلاقی اور زیادہ گوئی کا ثبوت دیا ہے۔ اس نے مسلمانوں کے دلوں کو پاش پاش کر دیا ہے۔ رحمتہ للعالمین کی ذات پر اس قسم کے بے ہودہ الزامات مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کے لیے لگائے ہیں۔ ورنہ رسول مقبول کے اخلاق حسنہ کی ایک دنیا قائل ہے۔ دوست تو دوست و دشمنوں تک معترف ہیں کہ آپ کی ذات ستودہ صفات مجمع مکارم و محاسن تھی اور آپ کے وجود باوجود سے دنیا کی تہذیب تمدن نے بے حد فیوض حاصل کیے۔ لیکن پنڈت کالی چرن نے آپ کی شان میں جو گستاخانہ رویہ اختیار کیا ہے۔ اس سے مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ امرتسر کے مشہور مناظر مولانا ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہل حدیث نے ہر دو کتب متذکرہ کے جواب میں "مقدس رسول" نامی ایک رسالہ شائع فرمایا ہے جس میں ان تمام اتہامات کا جواب دیا گیا ہے جو پنڈت کالی چرن وغیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لگائے ہیں۔ اس میں یہ خصوصیت ہے کہ مولانا موصوف نے پنڈت کالی چرن کی طرح کہیں بھی تہذیب و اخلاق کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ بلکہ ہر پہلو پر دلائل و حقائق کی روشنی میں بحث کی ہے۔ اس رسالہ

کی اشاعت سے مولانا نے جہاں اعتراضات کے پرچھے اڑائے ہیں۔ جو نہایت کالی چرن وغیرہ نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر کیے ہیں وہاں آریہ تہذیب اور اسلامی تہذیب کا عملی مقابلہ کر کے دکھایا ہے اور بے ہودہ لوگوں کا جواب متانت و سنجیدگی سے دے کر آریہ سماج کے سامنے ایک قابل اتباع نمونہ پیش کر دیا ہے۔ بہر حال یہ رسالہ محققین کے لیے ایک نہایت مفید تحفہ ہے جو اپنی باطنی خوبیوں کے ساتھ ظاہری حسن سے بھی مالا مال ہے۔

(۱۰ اکتوبر ۱۹۲۲ء)

معزز روزانہ "کھیل" امرتسر

مقدس رسول" اس نام کا ایک رسالہ (مولوی فاضل) حضرت مولانا ابوالوفار ثناء اللہ صاحب امرتسری نے آریہ سماجیوں کے رسالہ "رنگیلا رسول" کے جواب میں تصنیف فرمایا ہے۔ آپ کو فن مناظرہ میں یدِ طولیٰ حاصل ہے۔ مخالفین اسلام کا کوئی ایسا حملہ نہیں جس کا جواب مولانا ممدوح کی جانب سے نہ دیا گیا ہو۔ اور جواب بھی بے حد مسکت اور دندان شکن جس قدر "رنگیلا رسول" اشتعال انگیز ہفتش اور دائرہ تہذیب سے خارج ہے۔ اسی قدر مقدس رسول" انتہائی تجمل متانت اور شائستگی کو لیے ہوئے ہے۔ ہم مصروف طرت حضرت خواجہ نظامی دہلوی کی رائے سے متفق ہیں کہ مستطیع مسلمانوں کو اس رسالے کی کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کرنی چاہئیں رسالہ معنوی خوبوں کے علاوہ ظاہری محاسن سے بھی آراستہ ہے یعنی کاغذ لکھائی اور چھپائی کے لحاظ سے بھی کچھ کم قابل تحسین نہیں۔

(۲ ستمبر ۱۹۲۲ء)

معزز "وطن" لاہور

مقدس رسول" مصنفہ مولوی فاضل حضرت مولانا ابوالوفار ثناء اللہ صاحب امرتسری پر بالفاظ ذیل ہم عصر "کیل" نے جو تبصرہ کیا ہے اس سے "وطن" کو بھی پورا اتفاق ہے۔ یہ رسالہ آریہ سماجیوں کے رسالہ "رنگیلا رسول" کے جواب میں تصنیف کیا گیا ہے۔ آپ کو فن

مناظرہ میں یدِ طولیٰ حاصل ہے۔ مخالفین اسلام کا کوئی ایسا حملہ نہیں جس کا جواب مولانا ممدوح کی جانب سے نہ دیا گیا ہو اور جواب بھی بے حد مسکت اور دندان شکن جس قدر رنگیلا رسول اشتعال انگیز، فحش اور دائرہ تہذیب سے خارج ہے اسی قدر مقدس رسول "انتہائی تحمل، متانت اور شائستگی کو لیے ہوئے ہے۔ ہم مصوٰر فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی کی اسی رائے سے متفق ہیں۔ کہ مستطیع مسلمانوں کو اس رسالہ کی کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کرنی چاہئیں۔ رسالہ معمولی خوبوں کے علاوہ ظاہری محاسن سے بھی آراستہ ہے۔ یعنی کاغذ لکھائی اور چھپائی کے لحاظ سے بھی کچھ کم قابلِ تحسین نہیں۔

۱۰ اکتوبر ۱۹۲۳ء

معزز المسلم "بنگلور" | "مقدس رسول" کابل بالادہ جس نے دنیا کی تاریخی مٹائی۔ وہ جس نے نبی آدم کو ابدی عذاب سے نجات دلائی۔

"مقدس رسول" عالی جناب فضیلت و مکرمات انتساب، مولوی فاضل سردار اہل حدیث، علامہ حضرت مولانا ابوالوفار ثناء اللہ صاحب امرتسری ایڈیٹر اخبار اہل حدیث کی جدید تصنیف ہے۔ یہ کتاب آریہ سماجیوں کے پلید رسالہ "رنگیلا رسول" کے جواب میں لکھی گئی ہے جس کے مصنف نے نہ صرف اپنے نام پر پردہ ڈالنے کی شرمناک جرات کی ہے۔ بلکہ حضور انور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (روحی فداه) کے تعدد ازواج پر اٹکل بچوا اعتراضات کرتے ہوئے دل آزاری، بددیانتی اور بدزبانی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے۔

حضرت مولانا نے جس متانت، لہنت اور سنجیدگی سے "رنگیلا رسول" کے پردہ اکاذیب و اباطیل کو جس کے نیچے اس کے مصنف نے پیغمبر اسلام کی پاک اور آئینے کی مانند چمکنے والی زندگی کو چھپانا چاہا تھا۔ تار تار کیا ہے۔ وہ اسلامی لٹریچر کی خصوصیاتِ نرم کلامی کا بدیسی نمونہ ہے۔ اس کے دیکھنے سے یقیناً آریہ

سماجیوں کی آنکھوں کو تارے دکھائی دیں گے۔ اور زمین پاؤں کے نیچے سے سرک جائے گی۔ اور پھر وہ کبھی بھی اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں زہرا گل کر اپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالیں گے۔

اس کتاب میں ام المومنین حضرت زینبؓ کے نکاح کے متعلق تنگ نظر و کوتاہ فہم جماعتوں میں ساہا سال سے جو بے اصل اور بے بنیاد کہانیاں چلی آتی ہیں ان کی لغویت اس طرز سے ثابت کی گئی ہے۔ جس سے بڑھ کر تحقیق و تدقیق کی مثال نہیں مل سکتی، جہاں کہیں حضرت زینبؓ کے نکاح کا ذکر آیا ہے وہاں بڑی بڑی معتبر کتب تواریخ کے حوالے سے دشمنان اسلام کے ہتھکنڈوں کی اچھی طرح قلعی کھولی گئی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ آئندہ کسی مخالف کو ایسے پوچ اور لچر اعتراضات کرنے کی جرأت نہ پڑے گی۔ کیونکہ یہ ام المومنین کے سوانح کی ایک بے مثال تاریخ ہے اور دشمنان اسلام کے بے جا حملوں کی تحقیق و تدقیق سے بھری ہوئی مدافعت۔

اس کتاب کے شروع میں ہر فرقہ کے علماء کرام کی تقریریں درج ہیں۔ تمام کے تمام اس بات پر متفق ہیں کہ ہندوستان کے کل مسلمان، کیا مرد کیا عورت، کیا جوان کیا بوڑھے، سب اس کو نعمت غیر مترقبہ جان کر خریدیں اور پڑھیں۔ اور ہم مصروف طرت حضرت خواجہ نظامی دہلوی کی اس رائے سے متفق ہیں کہ مستطیع مسلمانوں کو اس کتاب کی کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کرنی چاہئیں۔

یہ کتاب معنوی خوبیوں کے علاوہ ظاہر محاسن سے بھی آراستہ ہے یعنی لکھائی چھپائی دیدہ زیب کاغذ اعلیٰ۔

(۲۵ اکتوبر ۱۹۲۷ء)

حامی اربہ دھرم پرکاش لاکھنؤ
 ”مقدس رسول“ ایک کتاب کا نام
 سے جو امرتسر کے مشہور مناظر مولوی شہار اللہ
 صاحب نے ”ریگلا رسول“ کے جواب میں لکھی ہے۔

ہاں وہی "رنجیلار سول" جس کے خلاف مسلمان اخبارات نے اس قدر شور مچایا ہے کہ آخر کار گورنمنٹ کو اس کے پبلشر کے خلاف مقدمہ دائر کرنا پڑا۔ ہم مولوی صاحب کی اس تصنیف کا دل سے خیر مقدم کرتے ہیں یہ ہے مذہبی میدان میں جو ہر طبیعت دکھانے کا اصلی ڈھنگ۔ یہ ہے اسلام کو دیگر مذاہب کے خلاف سچا ثابت کرنے کا طریقہ۔

(۱۷ سوج، ۲۲ ستمبر ۱۹۲۲ء)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْنُدُّهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ ط

دُعَا بَدْر گاہِ خُدا

اے خدا! اے آسمان وزمین کے مالک! اے خالقِ ارض و سما! اے ذوالانقمام قدوسِ خدا! اے سچوں کے حامی اور ناصرِ غیورِ خدا! تیرے قابلِ عزتِ مقدس رسول کی توہین اور سختی تک ہو رہی ہے تو اپنی رحمت سے پردہ پوشی کر رہا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ آخر کار تو اپنے پیاروں کی مدد اور عزت ظاہر کرے گا جیسی کہ تو ہمیشہ کرتا آیا ہے اور جیسا تیرا وعدہ ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ اٰمَنُوْا۔ اے قادر تو انا خدا! ہمارا ایمان ہے کہ اصل مدد اور نصرت وہی ہے جو تو کرے گا۔ ہم ناتواں ضعیف البنیان ہیں۔ تو جانتا ہے کہ ہم کمزوروں سے یہی ہو سکتا ہے کہ ہم قلم اٹھا کر (وہ بھی تیری ہی مدد سے) جواب لکھیں (وہ بھی تیرے سمجھانے سے) لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ۔ پس ہماری دعا ہے کہ اس مقدس کام میں ہماری مدد کر اور اس حقیر کی خدمت کو قبول فرما اور اپنی مخلوق کو اس سے فائدہ پہنچا کر گمراہی سے بچا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ط
داعی خادمِ دینِ اللہ :-

ابوالوفاء ثناء اللہ، امرتسر

محرم ۱۳۲۳ھ اگست ۱۹۲۲ء



دیباچہ

پہلے مجھے دیکھتے

آریوں کی دل آزار تحریر و تقریر سن کر لوگ حیران ہیں۔ کہ یہ لوگ مذہبی گفتگو میں کیوں اس قدر تیز مزاجی اور سخت کلامی کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح باپ کا اثر بچے کی جسمانی حالت پر ہوتا ہے۔ اسی طرح استاد، گرو اور پیر کا اثر اخلاق اور روحانیت پر ہوتا ہے۔ سوامی دیانند نے کتاب ستیارتھ پرکاش وغیرہ میں جو روش اختیار کی ہے۔ اس کے تین نمونے ہم بتاتے ہیں۔ ناظرین خصوصاً غیر جانبدار ناظرین غور سے پڑھیں۔

قرآن مجید کی تردید میں سوامی جی نے اپنی کتاب ستیارتھ میں ایک باب خاص لکھا ہے۔ جس میں بِسْمِ اللّٰهِ سے لے کر وَالنَّاسِ تک اعتراض کرتے گئے ہیں۔ ان اعتراضوں کے ضمن میں حضور سید الانبیاء علیہ السلام بلکہ خود خدا کا خاص الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

(۱) واہ واہ دیکھو جی مسلمانوں کا خدا شعبہ بازوں کی طرح کھیل رہا ہے۔

(۲) واہ جی محمد صاحب! آپ نے تو گوکھلے گو سائوں کی ہمسری کر لی۔

(۳) ثابت ہوتا ہے کہ محمد صاحب بڑے شہوت پرست تھے۔

(معاذ اللہ) ستیارتھ پرکاش باب ۱۱۔ نمبر ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵

سوامی جی کی سخت کلامی مسلمہ ہے۔ یہاں تک کہ ان کے سوانح نویس جیلوں کو بھی تسلیم ہے۔ چنانچہ ان کی سوانح عمری کلاں کے دیباچہ میں لکھا ہے:-

ایک روز اثناء دکھیان (تقریر) میں شری سوامی (دیانند جی) مہاراج پورانوں کی اسمبلی (ناممکن) باتوں کا کھنڈن (رد) کرتے کرتے

ان کی اخلاقی تعلیم کا کھنڈن کرنے لگے۔ اس وقت پادری سکاٹ
 مسٹر ریڈ کلکٹر ضلع اور مسٹر ایڈورڈس صاحب کمشنر قسمت مع پندرہ بیس
 انگریز صاحبان رونق افروز تھے۔ سوامی جی نے پورانکوں کی پنج کنواریوں
 کا ذکر کرتے ہوئے ایک ایک وصف بیان کرنا شروع کیے۔ اور
 پورانکوں (ہندوؤں) کی عقل پر افسوس کیا کہ درویدی کو پانچ خصم کرا کے آ
 کماری قرار دینا اور طرح کتنی تارہ مندوری وغیرہ کو کماری کہنا پورانکوں
 کی اخلاقی تعلیم کو ناقص ثابت کرتا ہے۔ سوامی جی کا طرز بیان ایسا پرمذاق
 تھا کہ سامعین تھکنے کا نام نہیں جانتے تھے۔ اس پر صاحب کلکٹر اور
 صاحب کمشنر وغیرہ انگریز ہنستے اور خوشی کا اظہار کرتے رہے۔ لیکن اس
 مضمون کو ختم کر کے سوامی جی حماراج بوسے پورانیوں کی تو یہ لیلہ سے۔
 اب کرائیوں کی لیلہ سنو۔ یہ ایسے بھر شٹ (ناپاک) ہیں کہ کماری کے
 بیٹا پیدا ہونا بتلاتے ہیں۔ اور پھر دوش (گناہ) سو گیا شدہ سو روپ
 پر ماتا بے عیب خدا پر گاتے ہیں اور گھور پاپ کرتے ہوئے تنک
 بھی لجت نہیں ہوتے۔ اتنا کہنا ہی تھا کہ صاحب کلکٹر اور صاحب
 کمشنر کے پیرے مارے غصہ کے سرخ ہو گئے۔ لیکن سوامی جی نے دھیان
 اسی زور و شور سے جاری رکھا۔ اس روز عیسائی مت کا دیا کھیان کے
 خاتمے تک کھنڈن کرتے رہے دو سہ روز صبح کو ہی ختم اپنی لکشمی
 نارین کی صاحب کمشنر بہادر کی کوٹھی پر طلبی ہوئی۔ صاحب بہادر نے
 فرمایا کہ اپنے پنڈت صاحب کو کہہ دو کہ بہت سختی سے کام نہ لیا کریں
 ہم عیسائی لوگ تو مذہب ہیں ہم تو بحث مباحثہ میں سختی سے نہیں گھبرائے
 لیکن اگر جاہل ہندو اور مسلمان برا فرزند ہوتے تو تمہارے سوامی پنڈت
 کے دیا کھیان بند ہو جائیں گے۔

(سوانح عمری کلاں دیباچہ صفحہ ۱)

اس لیے آریہ سماجی آجکل جو کچھ تیز کلامی کرتے ہیں وہ سوامی کی زہریلی تعلیم کے اثر سے کرتے ہیں۔ کیوں؟

ما سریداں رُوبسوتے مُصلح چوں آریم چوں
رُوبسوتے قنتے و پیکار دار و پیر ما

سوامی جی کی تیز سراجی اور تلخ کلامی کی کرٹ واہٹ ہم مسلمانوں ہی کو محسوس نہیں بلکہ ہندوستان کے مقبولہ لیڈر صوفی مشرب مرنج و مرنجیاں کے نمونہ مہاتما گاندھی نے بھی سوامی دیانند کی کتاب دستیار تھ پرکاش کی نسبت لکھا ہے

سوامی دیانند نے اسلام اور دیگر مذاہب کی غلط تصویر دکھائی

ہے ان کی کتاب دستیار تھ پرکاش بڑی مایوس کن ہے۔

(ینگ انڈیا ۲۹ مئی ۱۹۲۲ء ترجمہ ماخوذ از آریہ اخبار پرتاپ لاہور ۲ جون ۱۹۲۲ء)

سوامی جی دیانند کے علاوہ گاندھی جی نے موجودہ آریوں کی نسبت بھی اظہارِ

رائے فرمایا کہ:-

”آریہ سماجی تنگ نظری اور لڑائی کی عادت کی وجہ سے یا تو دیگر مذاہب کے

لوگوں کو لڑتے رہتے ہیں اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو آپس میں ایک دوسرے سے

لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔“ (پرتاپ ۲ جون ۱۹۲۲ء)

بس پھر کیا تھا جو دعویٰ گاندھی جی نے زبانی کیا تھا۔ آریوں نے اس کی دلیل

بیان کر دی۔ یعنی سماج کی چاروں طرف سے مہاتما گاندھی پر آواز سے کسے گئے۔

ویدک دھرم سے جاہل مسلمانوں کو خوشامدی وغیرہ کہا گیا۔ اس کے بعد ہندوستان

کے ایک سربراہ اور وہ نیم سرکاری انگریزی اخبار پانیر میں ایک نوٹ نکلا جس کا

ترجمہ یہ ہے:-

مسٹر گاندھی اور آریہ سماج کے باہمی اختلاف کا حوالہ دیتے ہوئے

ٹائٹلز آف انڈیا رقمطراز ہے کہ مسٹر گاندھی نے یہ ایک عام سچی بات

کہی ہے کہ آریہ سماجی اس قومی مناصحت کے جواب ملک میں پھیل

رہی ہے۔ بڑی حد تک ذمہ دار ہیں اور اس نے دو ایک سماجیوں
 کے نام بھی لیے ہیں۔ جنہوں نے اس تحریک میں راہنمائی کی ہے۔
 ہر ایک شخص یہ جانتا ہے کہ مسٹر گاندھی نے اپنے اظہار میں اہلی
 معاملہ سے زاید نہیں کہا۔ جھگڑے کی بنا تحریک شدھی سے شروع
 ہوتی ہے جو سماجیوں نے یوپی، آگرہ وغیرہ میں ایک سال کا عرصہ
 ہوا جاری کی تھی اور قریباً سب جھگڑوں میں جو دونوں قوموں کے
 درمیان ہوئے، سماجیوں کے کارناموں کی کھوج ملتی ہے۔ بعض سماجی
 مثلاً سوامی دھاتند کہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کچھ نہیں کرتے
 بلکہ صرف ہندوؤں کی حالت کو مضبوط کرتے ہیں تاکہ ہندو اور مسلمان
 دونوں برابر کی حالت میں بے خوف رہیں۔ دوسروں نے غلامیہ
 مسلمانوں کے خلاف تقریریں کیں۔ چاہے سماجی رہنماؤں کا مقصد
 مسلمانوں کو ڈرانا یا ان کو محبت سے مطیع کرنا ہو۔ یہ ہر ایک کو معلوم
 ہے کہ ان کی اس جدوجہد سے مسلمان سخت برا لگتی تھی ہوتے اور
 اس بات سے سماجی بھی مطلع ہیں مسٹر گاندھی کے بیان نے نکتہ
 چینیوں کا ایک طوفان برپا کر دیا ہے۔ تمام ہندوستان میں سماجی
 مسٹر گاندھی کے خلاف بڑے زور سے احتجاج کر رہے ہیں۔ مگر
 ان کا یہ احتجاج بے ریا اور خالص نہیں معلوم ہوا۔ کیونکہ سماجی اور
 دیگر ہر ایک کو اس بات کا علم ہے کہ ان کا یہ تبلیغی کام مسلم حلقوں
 میں کس طرح دیکھا جاتا ہے۔

(پانیر الہ آباد، مورخہ ۲۳ جون ۱۹۲۲ء)

جب اس پر بھی سماجیوں کا جوش ٹھنڈا نہ ہوا تو حکم الہی

شہد شاہد من اہلہا

سے گمراہ بھیدی نے گواہی دی۔

خدا نے آریوں میں ایک معتبر گواہ پیدا کر دیا جس نے مہاتما گاندھی جی کی یعنی پنجاب کے بہت بڑے لیڈر لالہ لاجپت رائے جی نے سوئزر لینڈ دیورپ سے ایک مضمون اپنے اخبار بندے ماترم لاہور میں شائع کر دیا جس کا اقتباس یہ ہے:-

”میں ۱۸۸۲ء کے نومبر میں آریہ سماج کا ممبر بنا اور ۱۹۲۰ء میں میں نے اپنا تعلق ایک گونہ علیحدہ کر لیا، میں اپنے ۳۸ سال کے اندر دینی تجربے سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ مہاتما گاندھی نے آریہ سماجیوں پر جو نکتہ چینی کی ہے وہ ان کی محبت پر دلالت کرتی ہے۔ اس میں بہت کچھ سچائی ہے آریہ سماجیوں پر واجب ہے کہ بجائے خفگی کے رزولوشن پاس کرنے کے شانتی اور ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریں۔“

(ماخوذ از آریہ گزٹ لاہور، اگست ۱۹۲۲ء)

گاندھی جی نے غضب پر غضب یہ کیا کہ یہ بھی لکھ دیا کہ:-

اسلام چھوٹا نہیں ہے۔ ہندوؤں کو ٹھگتی کے ساتھ اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ پھر وہ اس کے ساتھ محبت کریں گے۔ جس طرح میں کرتا ہوں۔

(ترجمہ نیک انڈیا رپورٹ تاب ۲ جون ۱۹۲۲ء)

بس پھر کیا تھا آریوں نے گاندھی جی سے فرصت پا کر اسلام اور پیغمبر اسلام پر حملے شروع کر دیئے۔ ان حملوں میں سے ایک حملہ کتاب کی صورت میں یہ ہے جس کا نام ”ریگیلا رسول“ ہے۔ اس کتاب میں حضرت سید الانبیاء علیہ السلام کے خانگی حالات ایسے بڑے بچے اور بدترین دل آزاری سے لکھے ہیں کہ ملک میں دھوم مچ گئی۔ یہاں تک کہ مہاتما گاندھی جیسے نرم مزاج اور حلیم سلیم بزرگ نے بھی اس کتاب پر اظہار نفرت فرمایا۔ گورنمنٹ نے اس کتاب کو قابل اعتراض جانا۔ مگر چونکہ بزدل مصنف نے اس پر اپنا نام درج نہیں کیا تھا اس لیے گورنمنٹ اس کتاب کے شائع کرنے والے پر مقدمہ چلایا۔ گورنمنٹ

کا جو فرض تھا۔ اس نے ادا کیا۔ اصل مضمون کا جواب دینا حکومت کا کام نہیں۔ بلکہ ہم مسلمانوں کا ہے۔ اس لیے جس طرح گورنمنٹ نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ ہم بھی اپنا مذہبی فرض ادا کرتے ہیں۔ یعنی جواب دیتے ہیں تاکہ مسلمانوں کے زخمی دلوں پر مرہم لگ کر تکین ہو اور ملک میں چین و راحت پیدا ہو۔

تعمیب اور بے جا حمایت

باوجودیکہ کتاب مذکور اعلیٰ درجہ کی نامتذیب اور دل آزار ہے۔ تاہم آریہ اخبار اس کی مدح سرائی میں اپنا سارا ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ چنانچہ آریہ سماج کی حمایت کا واحد ٹھیکہ دار اخبار پرتاپ لاہور لکھتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے مسلمان دوست

”رنگیلا رسول“ پر فضول چیخ و پکار

مما تما گاندھی کو آریہ سماج کے خلاف کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک نہایت بے ضرر کتاب ”رنگیلا رسول“ کے خلاف کہ جس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صاحب کی زندگی پر سرسری نظر ڈالی گئی ہے۔ مما تما گاندھی سے اعلان نکلوا یا ہے۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اس کتاب (رنگیلا رسول) کا طرز تحریر ایسا شریفانہ اور معقول ہے کہ کسی بے تعصب شخص کو اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔

(پرتاپ ۲۶ جون ۱۹۲۲ء صفحہ ۲)

اسلامی اخباروں نے رسالہ مذکور پر جب اظہارِ نفرت کیا تو اسی آریہ سماج اخبار نے اس قسم کے تلخ رسالے لکھنے کی وجہ استحقاق بتائی کہ:۔

”اگر بدھ، عیسیٰ، نانک اور دیانند پر نکتہ چینی کی جاسکتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اس سے بالاتر ہو۔ کوئی بھی ہندو یا آریہ حضرت کے متعلق کسی قسم کی بے ادبی اپنے ذہن میں نہیں لاسکتا ہاں وہ اس اصول کے لیے لڑیں گے کہ حضرت کی زندگی نکتہ چینی سے بالاتر نہیں مسلمانوں کا کوئی حق نہیں کہ جب کبھی غیر مسلم اس مضمون

پر قلم اٹھائے تو وہ آپے سے باہر ہو کر اسے کچلنے کی کوشش کریں۔

(پرتاپ ۱۲ جولائی ۱۹۲۲ء صفحہ ۲ کالم ۲)

غالباً اسی اصول سے دیوسماجیوں نے لاہور سے دیانند جی کے حالات کی پوری تنقید کرنے کو چند ٹریکیٹ (آریہ سماج کے بانی دیانند کی زندگی وغیرہ مصنفہ امرنگم مطبوعہ اکتوبر ۱۹۱۶ء وغیرہ) شائع کئے تھے جس کا جواب آریوں سے نہ ہو سکا۔ یا ہم نے نہیں دیکھا، ہمارا حق تھا کہ اسی اصول کے ماتحت ہم ان میں سے نمونہ دکھاتے۔ مگر ہم مجبور ہیں۔ اسی رسول کی تعلیم کی پابندی میں جس نے ہمیں فرعون علیہ دشمن کو تبلیغ کرتے ہوئے حکم دیا ہے۔

قَوْلًا لَّهُ قَوْلًا لَيْتًا

تبلیغ دین میں سخت ترین دشمن کے سامنے بھی نرم کلام کیا کرو۔
گفت گو آئین درویشی نہ بود ورنہ باتو ما جبرا ہا داشتیم
اب ہم رنگیلے مصنف کا رویہ بتانے کو ایک مثال پیش کرتے ہیں جس سے اس کے حمایتیوں کو معلوم ہو سکے کہ مصنف مذکور نے حضور علیہ السلام کی زندگی کے حالات پر صرف نکتہ چینی نہیں کی بلکہ نکتہ آفرینی سے بھی کام لیا ہے۔ جس سے آریہ مصنف اور اس کے حامیوں کی تہذیب اور انصاف کا حال معلوم ہو سکے گا۔ جی حضرت خدیجہ رضی کے نکاح کی بابت لکھتے ہیں۔

”محمدؐ بچنے میں یتیم ہو گئے تھے۔ بہت مدت تک ماں کی ماتا

کا سکھ نہ دیکھا تھا۔ اس سن رسیدہ عورت (خدیجہ) سے بیاہ کر لینے سے

دونوں مرادیں (ماں اور بیوی کی) حاصل ہوئیں، صفحہ ۱۱۔

ناظرین! ان مہذبوں کی تہذیب کا اندازہ لگائیں کہ کن دل شکن الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو ایک معنی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ماں بتاتا ہے۔ یہ ہے آریہ تہذیب کا نمونہ اور یہ ہے ان کی حمایت حق کی مثال جس پر ہمیں یہ کہنے کا حق حاصل ہے۔

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری ظلم کیشی کو
 بہت سے ہو چکے ہیں گرجہ تم سے فتنہ گر پہلے
 سماجیو! تم تو اپنے منہ سے بڑی تہذیب کے دعویدار ہو اور کہا کرتے ہو
 کہ ہم وہی بات کہتے ہیں جو اسلامی کتابوں میں درج ہے۔ کیا اس بے ہودہ مثال
 کا ثبوت بھی تم کسی اسلامی کتاب میں دکھا سکتے ہو؟ عجب
 لف اے چرخ کر دوں توف

رنگیلا رسول کے علاوہ اس قسم کا زہریلا ایک رسالہ وچتر جیون
 دوسرا رسالہ | مصنفہ پنڈت کالی چرن ناگری میں شائع ہوا۔ جس کا ذکر بھی موقع
 بہ موقع ہوگا۔

برادران اسلام! آج کل جو کچھ کلمات ناشائستہ آپ
 مسلمانوں سے خطاب | لوگ اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کی شان والا نشان
 میں سنتے ہیں اور ان سے رنجیدہ خاطر ہونا لازمی ہے مگر ایک معنی سے یہ جاء
 مسرت بھی ہے۔ وہ یوں کہ مخالفوں کی بدزبانی اور دل آزاری سے قرآن مجید کی
 ایک پیش گوئی کی تصدیق ہوتی ہے۔ پس آپ غور سے سنئے ارشاد ہے۔
 وَأَسْمَعَنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
 مِّنْ قَبْلِكُمْ وَالَّذِينَ اشْرَكُوا إِذْ كُنْتُمْ
 تَمُّ لُوكَ مَخَالِفَانِ اَوْرَمَنْكِرَانِ اِسْلَامِ
 سَے سَخْتِ سَخْتِ بَايْتِ سَنُوگَے۔
 پارہ ۱۰ رکوع۔

یعنی مخالفین اسلام تمہارے اور تمہارے مذہب کے حق میں سخت سے سخت
 بدگوئی کریں گے۔ جو تم ہمیشہ سنو گے۔ تو یہ ہے پیش گوئی۔ مگر تم مسلمانوں کا اس
 وقت فرض کیا ہوگا۔ وہ بھی سن لو۔
 وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ
 ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ۔
 اگر تم مسلمان دان کی سخت کلامی سن کر
 صبر کرو گے اور خدا سے ڈرتے رہو گے تو یہ
 خدا کے نزدیک پسندیدہ کام ہوگا۔
 پارہ ۱۰ رکوع ۴

پس برادران اسلام! آپ لوگوں کو جو ایسی سخت کلامی سے رنج ہوتا ہے تو اس رنج میں اس خدائی حکم کو اپنا نصب العین بنا لیا کرو اور سخت کلامی کرنے والوں کو خدائے ذوالانتقام کے حوالہ کر دیا کرو۔ سچ تو یہ ہے کہ
در عفو لذت نیست کہ در انتقام نیست

آریہ مصنف کا طرز کلام | جب سوامی دیانند نے آریوں کو درشت کلامی اور دل آزاری کی گھٹی دی سے آریہ

سماجی اس رنگ میں رنگے گئے ہیں۔ خاص کر ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان والا شان میں ان کی یہ حالت ہے کہ صرف مفرد کے صیغے سے یاد کرتے ہیں، مثلاً محمد آیا۔ محمد آگیا، محمد بولا وغیرہ۔ حالانکہ کسی ادنیٰ راجہ نواب بلکہ کسی سماج کے پردہ بان کا ذکر بھی عزت سے کرتے ہیں۔ لیکن کروڑوں بلکہ شروع سے آج تک اربہا انسانوں کے معزز ترین عزیز از جان مذہبی پیشوا کا نام ایسے الفاظ سے لیتے ہیں کہ سنا نہیں جاتا۔ اس کے جواب میں اگر ہم بھی ان کے گرد کو محض دیانند کے مفرد لفظ سے یاد کرتے تو ہم پر کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ لیکن ہم نے نہ کبھی پہلے ایسا کیا ہے اور نہ اس جواب میں کریں گے۔ کیوں؟ اس لیے کہ ہم جس رسول سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے خفا ہیں اسی کی تعلیم ہے کہ :-

انزلوا الناس منازلهم
ہر انسان سے اس کی عزت کے لائق
برتاؤ کیا کرو۔

(المحدث)

یعنی جو کسی قوم کا بڑا ہے۔ اس کے ساتھ بڑوں کا سلوک کیا کرو۔ آریہ سماجی اگر اس اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کرتے تو وہ اس کے ذمہ دار ہیں۔ ہم کیوں اپنے سردار کے حکم کی خلاف ورزی کریں۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) | پس آئندہ کو ہم اعلیٰ معلم الاخلاق مصلح اعظم پیغمبر اسلام

علیہ السلام کی تعلیم کی پابندی میں دیانتد کو صرف دیانتد
 نہیں لکھیں گے۔ بلکہ اپنے دستور کے موافق ان کے موثر لقب سے سوامی
 دیانتد لکھیں گے۔ تاکہ ثابت ہو کہ اسلام کے ہیرو نے دنیا میں اخلاقی تعلیم
 کس معراج کمال تک پہنچائی ہے۔

أَرْفَأِحُنَّالَهُالْفِدَاءِ،

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ



آریوں میں طرزِ نکاح

رنگیلے مصنف کے سارے اعتراضات حضور علیہ السلام کی خانگی زندگی پر ہیں۔ اس لیے سب سے مقدم آریوں اور اسلام کی تعلیم نکاح کو دیکھنا ہے کہ ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ کون نہیں جانتا کہ اسلام میں نکاح کا یہی طریق ہے کہ مرد عورت کی مرضی سے دونوں کا معاہدہ کیا جاتا ہے کہ تم ایک دوسرے سے عمر بھر پاک نباہ کرنا۔ اگر کوئی فریق (مرد و عورت) نکاح کرنے میں ناراض ہو تو نکاح نہ ہوگا۔ برخلاف اس کے، آریوں کے گرد کی تعلیم ہے۔

بیابان کی آٹھ قسمیں | آٹھ قسم کا ہوتا ہے۔ ایک براہم، دوسرا دیو، تیسرا آرش، چوتھا پر جاپت، پانچواں اسر، چھٹا گاندھرب۔

ساتواں راکشس، آٹھواں پیشاچ۔ ان بیابانوں کی تفصیل یہ ہے کہ:-

(۱) دولہا و دلہن دونوں مکمل برہمچریہ سے پورے فاصلے دھار تک اور نیک

سیرت ہوں ان کا باہم رضامندی سے بیابان ہونا براہم کہلاتا ہے۔

(۲) بھاری گیگ کرنے میں گیگ کا کام کرتے ہوئے داماد کو زور پہنچی ہوئی لڑکی کا دینا دیو۔

(۳) دولہا سے کچھ لے کر دواہ ہونا آرش۔

(۴) دونوں کا بیابان دھرم کی ترقی کے لیے ہونا پر جاپت۔

(۵) دولہا اور دلہن کو کچھ دے کر بیابان کرنا اسر۔

(۶) بے قائدہ بے موقع کسی وجہ سے دولہا اور دلہن کا باہم میل جول ہونا گاندھرب۔

(۷) لڑائی کر کے جبراً یعنی چھین چھپٹ یا فریب سے لڑکی کو حاصل کرنا راکشس

(۸) خفتہ (سوئی ہوئی) یا شراب پی ہوئی یا پاگل لڑکی سے بالجبرم بستر ہونا پیشاچ

بیاہ کہلاتا ہے۔ ان سب بیاہوں میں برہنم سب سے افضل، دیو، آرش اور
پرچاپت متوسط، آسرا اور گاندھرب ادنیٰ، راکھشس مذموم اور پیشاج نہایت
مکروہ ہے۔ (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۱۸۔ باب ۴، نمبر ۱۴)

یہ الفاظ ہم نے اردو ستیارتھ پرکاش طبع اول سے نقل کیے ہیں طبع
چہارم میں آریوں نے ایک کمال کیا ہے۔ شروع میں یہ الفاظ برٹھا دیئے ہیں۔
"بیاہ (اولاد پیدا کرنے کا طریق) آٹھ قسم کا ہوتا ہے۔"

یہ زیادتی بھی ہمیں مضر اور ان کو مفید نہیں بلکہ ہمیں مفید ہے۔ اگرچہ سوامی جی
نے نمبر (۷) اور نمبر (۸) کو مذموم اور نہایت مکروہ لکھا ہے لیکن اتنا تو مانا ہے
کہ عقد نکاح ہو جاتا ہے اور اولاد جوان دو قسموں سے پیدا ہوگی۔ جائز وارث کہلانے
کی مستحق ہے۔

ناظرین! غور کیجئے، کس قدر حیا سوز اور خطرناک تسلیم ہے۔ کسی کی معصومہ
لڑکی کو جبراً یا فریب سے چھین کر یا دھوکہ فریب سے شراب پلا کر عقد نکاح کر
لیں۔ تو بے شہادت سوامی جی عقد جائز ہوگا۔ گو مکروہ اور ناپسند کہا جائے۔
لیکن بیوی بنا کر اس منظر لڑکی کو رکھنے کا حق تسلیم ہے اور اس سے پیدا شدہ اولاد
جائز ہوگی۔ (اُف رے ظلم!!!) نمبر ۱۱ بھی خاص قابل غور ہے جو بلا شبہ
جائز ہے۔ آریوں کی خانگی زندگی کی ابتداء دکھا کر ہم اصل جواب پر آتے ہیں۔

تمہید جواب

رنگیہ مصنف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی پچیس سالہ زندگی
کو برہنچریہ (پاک) زندگی کہہ کر بھی ایک خفیہ سی چوٹ کی ہے۔ چنانچہ اس کے
الفاظ یہ ہیں۔

"ہم اول اول ایک نظر محسوس کے زمانہ تجرود الٹا چاہتے ہیں۔"

کیونکہ دنیا میں ایسے بوسیدہ دماغ لوگ موجود ہیں خواہ مخواہ بھلے
مانسوں کی عادات پر شک کرتے ہیں۔ ہم محمدؐ کو برہمچاری مانتے
ہیں۔ کیونکہ اس نے اس بارے میں اپنی شہادت آپ دے رکھی ہے
ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں

”ایک رات میں قریشی لڑکے کے ساتھ مل کر ریوڑ چہرا رہا تھا۔ میں
نے اس لڑکے سے کہا کہ اگر تو ریوڑ کی پاسپانی کرے تو میں جاؤں
اور جس شغل میں نوجوان رات کا وقت گزارتے ہیں۔ میں بھی گزاراؤں
یہ کہہ کر محمدؐ مکہ چلا گیا مگر وہاں ایک شادی کی دعوت نے
اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لی اور اسے ننیدا گئی۔“
”ایک اور رات وہ پھر اسی ارادے سے مکہ پہنچا مگر بہشت کے
نعموں نے اس کے دل کو مسحور کر لیا۔ وہ وہیں بیٹھ گیا اور سوتے سوتے
صبح کر دی۔ محمدؐ کہتا ہے کہ ان دو واقعات کے بعد میرا دل برائی
کی طرف نہیں بڑھا۔“

(حیات محمدی مولفہ میور صاحب)

ہمیں محمدؐ کے قول پر اعتبار ہے کیونکہ اسے امین کہا گیا ہے، ہم

مانتے ہیں کہ اس کا دل گناہ کے شائبہ سے بری تھا۔ وہی وہی ہے

اسے شیطان نے گمراہ کیا۔ مگر تائید غیبی شامل حال ہوئی اور کافے سورہ والظہر

ہمارا رنگیلا رسول اس چاہ گمراہی سے بال بال بچ گیا۔ کم از کم اس کی آیت

نے عملاً گناہ نہیں کیا۔ (صفحہ ۱۸۷)

اس بیان میں سر ولیم میور کے حوالہ میں مہاشہ نے سخت خیانت کی

سے پہلے ہم سر موصوف کی اصل عبارت نقل کرتے ہیں۔ میور صاحب نے
ایک سرخی مقرر کی ہے۔

لے جیسے آریہ سماجی

محمد کی باوقار و باتمکین و پرہیزگارانہ جوانی

ترجمہ۔ جوانی کی عمر میں محمد کے برتاؤ و اخلاق، کی راستی اور عادات کی طہارت کے بیان کرنے میں جو مکہ کے لوگوں میں نہایت کیاب تھی۔ سب مصنف متفق ہیں۔

اس کی شرم و حیا اعجازی طور پر محفوظ بیان کی جاتی ہے

پیغمبر صاحب (صلعم) سے ایک روایت یوں ہے کہ میں ایک رات ایک قریشی لڑکے کے ساتھ بکریوں کا گلہ چرا رہا تھا۔

میں نے اس لڑکے سے کہا کہ اگر تم میرے گلہ کی حفاظت کرو تو میں مکہ میں جا کر اپنا دل بہلاؤں۔ جس طرح کہ نوح لڑکے رات کو اپنے دل بہلانے کے

(1) All The authorities agree in ascribing to the youth of Mohamed a correctness of deportment a purity of manners, call among the people of Mecca.

(2) His modesty is said to have been miraculous. by preserved.

(3) I was engaged one night (according to a tradition from the prophet,) feeding the flocks in company with a lad of Qurish.

(4) And I said to him, if thou wilt forsake my flock, I will go in to Mecca and direct my self there, as youths are

عادی ہیں۔

لیکن جو نہی آپ شہر کے
حدود تک پہنچے تو ایک برات
کی تقریب نے آپ کی
توجہ کو اپنی طرف
بھیپھیر لیا اور آپ
سو گئے۔

پھر ایک اور رات کو
آپ شہر میں اسی ارادہ
سے داخل ہوئے تو
آپ پاک لقموں کی
وجہ سے باز رکھے
گئے آپ نیچے بیٹھ گئے
اور صبح تک سوئے
رہے۔

اسی طرح پھر بھی آپ
دنیاوی تفریح کی خواہش سے پرہیز
اس کے بعد محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کا قول ہے، میں نے
پھر کبھی بھی برائی کا قصد
نہیں کیا۔ یہاں تک

went by night to
divert him selves:"

(5) But no room had
be reached the
precincts of the
city, then a marriage
feast engaged his
Attention, he fell
asleep.

(6) One another night
entering the town with
the same intention,
he was arrested by
heavenly strains
of music and sitting
down, he slept till
morning.

(7) Thus he again esca-
ped temptations

(8) And after this
added Muhammed,
I no more sought
after vice, even

۹. had attained into
The prophetic office." کہ میں منصب نبوت پر
پہنچایا گیا۔

سر میور صاحب کی یہ انگریزی عبارت اور اس کا ترجمہ ہی حضور
علیہ السلام کی پاک زندگی کا صاف صاف اعلان کر رہے ہیں تاہم دشمن
کی دھان بندی کے لیے ہم اس کی مزید توضیح کرتے ہیں۔
عرب میں مجالس ہوتی تھیں۔ جیسے آج کل شائستہ ملکوں میں کلب ہوتے ہیں۔
لوگ رات کے وقت وہاں بیٹھ کر شعر و شاعری کرتے اور ملکی واقعات کا ذکر کیا کرتے
تھے۔ اس رسم کا ثبوت کتاب "بلوغ العرب فی احوال العرب" سے ملتا ہے۔ میور صاحب
نے اس مقام پر خود تاریخ طبری کا حوالہ دیا ہے۔ تاریخ طبری کو دیکھیں تو اس کی جلد
دوم میں یہ الفاظ ملتے ہیں۔

حَتَّىٰ اَدْخَلَ مَكَّةَ فَاسْتَمَرَ بِهَا كَمَا يَسْتُرُ الشَّبَابُ (صفحہ ۱۹۰)

"یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھی لڑکے کو کہا کہ میں چاہتا ہوں
کہ مکہ میں جاؤں کہ اس طرح باتیں کر دوں اور حکایتیں سنوں جس طرح جوان لڑکے
سنتے ہیں۔"

یہ الفاظ مدعا کو بالکل صاف کر رہے ہیں کہ مکہ میں جانے سے حضور کا کوئی
بُرا ارادہ نہ تھا جیسا کہ مخالف نے اشارہ کیا ہے۔ بلکہ ملکی رسم کے مطابق ایک معمولی
کام تھا۔ لیکن چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوقات گرامی شروع سے ایسے معمولی
کاموں میں صرف نہ ہوتے تھے۔ چنانچہ ہماشہ مخالف بھی مانتا ہے۔

"مخمسد تنہائی پسند آدمی تھا۔ خیالات کی دنیا میں مست رہتا۔

پہاڑوں میں، صحراؤں میں، میداؤں میں، خلوت کے گوشے میں جا بیٹھتا

اور اپنے دل سے باتیں کیا کرتا تھا۔" (رنگیلا صفحہ ۱۱۲)

اس لیے حضور علیہ السلام نے اس معمولی کام کو بھی جو ملکی رسم کے مطابق

ہر طرح جائز تھا۔ بلکہ آج کل بھی لائبریریوں میں بصورت اخبار بنی مستحسن

سمجھا جاتا ہے اپنی شانِ عالی کے لحاظ سے ناپسند کر کے فرمایا۔

مَا هَمَّتْ بَعْدَ هَاسِوَةٍ (طبری)

یعنی بقول میوز صاحب "میں نے کبھی بھی (ایسے جائز) مکر وہ کام کا قصد نہ کیا۔"

سماجیو! تمہارا رنگیلا مصنف سچ کہتا ہے۔

محمدؐ کی زندگی تسبیح خیر زندگی ہے۔ نصائح سے پُر، عبرتوں سے لبریز، واقعی راہنما ہے۔ حقیقی معنوں میں راہنما ہے۔" (صفحہ ۷)

سچ ہے۔

مجھ میں ایک عیب بڑا ہے کہ وفاداروں میں
ان میں دو وصف ہیں بد خو بھی خود کام کھٹی ہیں

مجموعہ جواب

ہماتے مصنف کے سارے اعتراضوں اور گستاخیوں کا خلاصہ یہ ہے۔
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سی بیویاں کیں اور ان بیویوں میں آپ
نگ رہیاں کرتے۔ یعنی بیویوں کے حسبِ منشاء و خوش مزاجی سے زندگی گزارتے
تھے۔ لطف یہ ہے کہ بڑے فخر سے وہ یہ بھی مانتا ہے کہ

"محمدؐ کا پہلا نکاح پچیس سال کی عمر میں ہوا۔ یہاں تو آریہ سماجیوں
کو ماننا ہوگا کہ محمدؐ نے ساشتر کے مطابق زندگی کا پہلا حصہ مجرور
رہ کر گزارا۔ محمدؐ برہمچاری تھا، اس کا حق تھا کہ شادی کرے" (صفحہ ۷)

وہ یہ بھی مانتا ہے کہ۔

محمدؐ برہمچاری تھا، اس نے پچیس سال کی عمر تک شادی نہیں
کی اور عالم جوانی کے توجہات کے باوجود بدکاری سے بچا رہا" (صفحہ ۷)

کہ مخالف کو یہ بھی تسلیم ہے۔

”معیاد خانہ داری کے سچیس برس محمد صلعم ایک ہی بیوی پر قانع رہا اور وہ بھی دو خاوندوں کی بیوہ جو نکاح کے وقت چالیس برس کی اور انتقال کے وقت پینسٹھ برس کی تھی۔ اس بڑھیا سے اس جوان کی بھوگئی۔ یہ بات محمد صلعم کی پاکیزہ خاطر پر دلالت کرتی ہے۔“
(رنگیلا صفحہ ۱۸)

سچ ہے۔ اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ فَضِيلَتٌ وَهِيَ حَسْبُ كَادِمُنْ يَحْتَرَفُ هُوَا۔

باوجود اس اعتراف اور اقرار کے آریہ مصنف نے جو کچھ اعتراضات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خانہ داری پر کیے ہیں۔ وہ ایک اصولی غلطی کی بنا پر ہیں۔ اس لیے اس مجمل جواب میں ہم پہلے وہ اصول بتانا چاہتے ہیں۔ جن کی پابندی کرنا ہر ایک دھرمی بلکہ ہر ایک شریف آدمی کا فرض ہے۔

آریہ سماج اس اصول کو مانتی ہے کہ قانونِ قدرت خدا کا فعل **قدرتی اصول** ہے جو کام قانونِ قدرت کے مطابق ہو وہ قابلِ اعتراض نہیں اس پر اعتراض کرنا خود موردِ اعتراض بنا ہے۔ پس اس اصول کے مطابق ہم دیکھتے اور آریہ سماج کو دکھاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خانگی زندگی بالکل قانونِ قدرت کے مطابق تھی۔ وہ غور سے سنیں۔

ہم انسان میں تین خواہشوں کا ثبوت دیکھتے ہیں۔ کھانے، پینے کی خواہش جو پیدائش کے وقت موت تک تیر خوار، نابالغ اور بوڑھے سب کو برابر ہے۔ ان کے قدرتی ہونے میں کیا شک ہے؟ (ہرگز نہیں)

تیسری خواہش مرد، عورت کی ہے جو انسانوں کے علاوہ حیوانوں میں بھی برابر پائی جاتی ہے۔ بالغ ہونے پر نر کو مادہ کی اور مادہ کو نر کی طرف رغبت ہوتی ہے جو پہلی دونوں خواہشوں کی طرح بالکل قدرتی ہے اس میں بھی مثل سابق کسی انسانی فعل کو دخل نہیں

غرض یہ تینوں خواہشیں برابر قدرتی ہیں پہلی دو خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے جس طرح انسان اخلاقی اور مذہبی اصول کے ماتحت مجاز ہے کہ اپنی کھانے پینے کی خواہشات کو پورا کرے تیسری خواہش کے پورا کرنے میں بھی مجاز ہے کہ انہی اصول کے ماتحت جس طرح چاہے اس کو پورا کرے یعنی اس کا مادہ سے ملاپ مثل حیوانات کے ہو جو بالکل خود غرضی پر مبنی ہوتا ہے بلکہ تمدن کے صحیح اصولوں پر ہو جس سے فریقین کی زندگی پر کوئی غیر معمولی ناگوار اثر نہ پڑے، اسی لیے قرآن مجید میں جہاں نکاح کا ذکر آتا ہے ایک جامع برکات لفظ آتا ہے جو سب خوشیوں کو شامل ہے یعنی

مُحْصِنِينَ عَنِ مَسَافِحِينَ

یعنی نکاح اس غرض سے کرو کہ تمدنی اصول کے ماتحت پاکیزہ زندگی گزرے نہ صرف شوکرگندم کمانے کو۔ سوامی دیانند بھی اس اصول کے پابند نظر آتے ہیں جو باوجود اصول تمدن کے مخالف ساری عمر مجبور رہنے کے نکاح کے تعلق سے رہنا انسانی طریق اور بے تعلق نکاح کے ملاپ کرنا حیوانی وضع بتاتے ہیں۔ (ستیارتھ پرکاش باب فقرہ ۱۲۵)

جہاں تک دیکھا جاتا ہے اصول تمدن کے ماننے والے سب متفق ہیں کہ کیا انسانی خواہش نفسان کے پورا کرنے اور کیا نسل انسانی کے باقی رکھنے کو میاں بیوی کا تعلق بہت ضروری ہے۔ چونکہ یہ تعلق خاص اُس تیسری خواہش کے پورا کرنے کے لیے ہے۔ اس لیے اُس خواہش کی جتنی بھی صورتیں ہوں گی اُن سب کے پورا کرنے کا ذریعہ یہی ایک تعلق نکاح ہے۔ جو شخص اپنی جملہ خواہشوں کو اسی ذریعہ سے پورا کرے گا وہ متمدن (بھلا مانک) ہے اور جو اس کے سوا اور کسی ذریعہ کی تلاش کرے گا وہ مخالف اور رکھشس ہے۔

قرآن مجید میں اس جائز تعلق کے فوائد بتا کر اطلاع دی ہے۔

فَمَنْ بَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ۔

یعنی جو لوگ اس تعلق نکاح کے علاوہ کسی ذریعہ سے حاجت رواں کریں گے وہی قانون قدرت سے متجاوز ہوں گے۔

تفصیل | تاکہ آئندہ چل کر جواب سمجھنے میں آسانی ہو، مناسب ہے کہ تیسری خواہش کی ہم ذرا تفصیل کر دیں۔

کون نہیں جانتا کہ مرد کو عورت سے اور عورت کو مرد سے کئی قسم کے تعلقات ہوتے ہیں، پوری قضاہ حاجت تو کسی سے محض نہیں۔ اس سے کم درجہ بھی ہوتی ہے۔ جس کو منا نقطوں میں بوس و کنار کہو یا کچھ اور کبھی یہ بھی نہیں محض دل لگی کی باتیں ہی ہوا کرتی ہیں کبھی ہم بستری میں محض ملاقات ہے۔ غرض کبھی کچھ بھی کچھ یہ سب قسم کے تعلقات ایسے ہیں کہ ان میں کسی قوم کی خصوصیت نہیں۔ بلکہ سب انسان بلکہ جملہ حیوان بھی اس میں شریک ہیں۔ کبوتر کو دیکھیے کہ کبوتری کے سامنے کس محبت سے ناچتا ہے۔ کس کس طرح اس کا دل بہلاتا ہے۔ مرغ جو عیال داری کنبہ پروری وغیرہ میں سب جانداروں سے انسان کے بہت مشابہ ہے۔ کس طرح مرغی کے سامنے چل کرتا اور اس کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے؟ کیا کسی انسان کی تعلیم سے؟ نہیں بلکہ قدرتی تعلیم سے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ایک کبوتر اور ہر ایک مرغ بلکہ ہر ایک چڑیا بلکہ ہر ایک نر اسی طرح اپنی مادہ سے دل بہلاتا ہے۔ یہ سب مظاہر قدرت ہیں۔ ان پر اعتراض کرنا قانون قدرت پر اعتراض کرنے کے برابر ہے۔ جو کسی دہریے کو بھی حوصلہ نہیں۔

اسی غرض کا نتیجہ | گو عام طور پر لڑکی اور لڑکے کی عمر کا اندازہ لگایا جاتا ہے مثلاً لڑکی ۱۲ سال کی ہو تو لڑکا ۱۴ سال کا یا لڑکی ۱۵ سال کی ہو تو لڑکا ۱۷ سال کا۔ مگر قانون قدرت ہمیں بتاتا ہے کہ جس طرح کھانے پینے میں من پسندی کو دخل ہے۔ اس میں بھی فریقین کی من پسندی ہی ایک اصول صحیح ہے، دیگر بیچ، اس کو کسی نیچرل شاعر نے یوں لکھا ہے۔

کانے گورے پہ کچھ نہیں موقوف
دل کے ملنے کا ڈھنگ اور ہی ہے

قرآن مجید نے اس قدرتی اصول کے ماتحت یہ فرمایا ہے۔
فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ

جن عورتوں کو تم پسند کرہ ان سے نکاح کرو

ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا مجمل جواب کافی ہے۔ اب ہم مفصل جواب پراتے ہیں۔

مفصل جواب

حضرت ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا
حضرت خدیجہؓ کی شادی حضور علیہ السلام سے اس وقت ہوئی جب کہ حضورؐ
کی عمر عین شباب (۲۵ سال) کی تھی اور خدیجہؓ کی عمر چالیس سال، ایسی جوان عمر (۲۵
سال) میں کوئی نوجوان ایسی عمر رسیدہ عورت سے شادی کرنا پسند نہیں کرتا۔ رنگیلا مصنف
میان تک مانتا ہے کہ۔

”ہم خدیجہؓ کو مائی کہیں گے کیونکہ اس کی عمر چالیس برس کی تھی جب وہ
محمد (صلعم) کے حرم میں داخل ہوئی یا اگر حقیقت ہی کا اظہار ضروری
ہو تو محمد (صلعم) اس کے حرم میں داخل ہوا۔“ (صفحہ ۹)

آپ مائی کہیں تو آپ کی سعادت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہماری تو مائی
نہیں بلکہ ماں ہے۔ مگر تم کو اعتراض کیا؟ ناظرین! اعتراض سنئے! رنگیلا مصنف
کیا مزے لے لے کر لکھتا ہے۔

”محمد نے خدیجہ کو تجارت کا حساب دیا اور اپنی اجرت لے کر
رخصت ہوا۔ اس کی شرمیلی آنکھیں ضرورت سے کم گو زبان، قدرتی جمال
اس سے بڑھ کر بیوپار کا کھرا پن پھر بے تکلفی اور سادگی جو دل میں تھا
وہی زبان پر جو زبان پر تھا وہی عمل میں، بڑھیا پر یہ بے ساختگی اثر
کر گئی۔ اسے (محمد کو) اپنی تنہا زندگی کا شریک بنانا چاہا“ (صفحہ ۱۰)

بندۂ خدا! اتنی طول کلامی کی کیا حاجت تھی مختصر ہی کہہ دیا ہوتا ہے

حسن یوسف دم عیسیٰ دید بیضا داری آنچہ خواباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یا اگر فارسی شعر منہ پر نہ چڑھتا تو اردو شعر ہی لکھ دیا ہوتا ہے

حسین ہوا نہ جہیں ہوا دل نشین ہو لقب جن کے ہیں اتنے وہ تمہیں ہو

حضرت خدیجہ نے اگر اپنے لیے شریک تنہائی حسب منشا پسند کیا اور حضور
 علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو شریک راز بنایا تو حسب تمہید مذکورہ آپ کو کیا سوال؟
 ہاں ایک تاریخی واقعہ آپ نے میور صاحب کی مصنفہ کتاب "حیات محمد" سے نقل
 کیا ہے گو وہ ہمارے کسی طرح مخالف نہیں مگر ہم اس کے متعلق بھی ناظرین کو اطلاع
 کرتے ہیں کہ یہ سارا قصہ سرے سے غلط ہے۔ وہ قصہ ہماشہ جی کے لفظوں میں
 یوں ہے۔ لکھتا ہے:-

"خدیجہ کا باپ بھی زندہ تھا۔ اس کی طرف سے خدشہ تھا کہ وہ راستے
 میں روڑا ہوگا۔ اس اثنا میں خدیجہ نے ایک دعوت کی اور اس میں اپنے
 اور محمد کے خاندان والوں کو مدعو کیا۔ شراب کا دور چلنے لگا۔ خدیجہ کا
 باپ اس دور میں بہہ گیا۔ حد سے زیادہ پی گیا بوڑھا تھا۔ بہک اٹھا۔
 یہی وہ موقع تھا جس کی سب کو تاک تھی۔ اسے شادی کے کپڑے پینا
 دیئے گئے اور خدیجہ کا نکاح ہو گیا۔ اسے ہوش ہوئی تو ہٹکا بٹکارہ
 گیا مگر پچھپی پنجرے سے نکل چکا تھا۔ بزرگوں کا ساتھ مل اختیار
 کیا اور خاموش رہا۔"

(حیات محمدی مؤلفہ میور صاحب)

میور صاحب خود اس روایت کی نسبت واقدی کا قول نقل کرتے ہیں کہ یہ روایت
 غلط ہے اس کے علاوہ اسلما کے مشہور اور مستند مورخ بلکہ استاد المورخین امام ابن جریر
 طبری نے اس روایت کی با دلیل یوں تکذیب کی ہے کہ

انَّ اَبَا هَامَاتٍ قَبْلَ الْفَتْحِ (طبری جلد دوم صفحہ ۱۹۰)

یعنی حضرت خدیجہ کا باپ جنگ فجار سے بھی پہلے فوت ہو چکا تھا۔ اور جنگ
 فجار اس نکاح سے پہلے کی ہے۔

سُنُو اَتْمَارِے دوسرے بھائی پنڈت کالی چرن نے حواسی مضمون
 گھر کا بھیدی پر مندی میں وچتر جیون لکھا ہے اس میں وہ لکھتا ہے کہ

”حضرت کی منظوری نکاح سن کر خدیجہ نے اپنا خادم اپنے چچا عمر بن سعد کے پاس بھیجا کہ مجلس میں آئے۔“ (صفحہ ۱۴۴)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ باپ کی موجودگی تمہارے بڑے بھائی کو بھی مسلم نہیں، خدیجہ کے باپ کے شراب پینے اور اس کے بے ہوش ہونے سے نہ اسلام پر نہ نبی اسلام پر کوئی اعتراض ہے۔ اس لیے ہم اس کی مزید تردید میں جانے کی ضرورت نہیں جانتے۔ کیونکہ ہماری غرض حضور علیہ السلام سے مدافعت ہے کسی اور سے نہیں اور حضور کی نسبت تو مخالفت مہاشہ کے قلم سے یہ الفاظ نکل گئے یا خدا نے نکلوائے کہ

”خدیجہ نے محمد کو محمد بنا یا۔ پچیس برس کے عرصہ میں جب تک وہ محمد کی بیوی بن کر زندہ رہی۔ محمد کو دوسری شادی کا خیال نہیں آیا۔“

”آریہ شاستروں میں خانہ داری کی میعاد پچیس برس مقرر ہے یہ میعاد محمد نے نہایت پاکیزگی سے بسر کی۔ اس لیے ہم اسے آریہ خانہ دار کہہ سکتے ہیں۔“ (رنگیلا صفحہ ۱۵)

آپ کی اتنی راست گوئی سے ہمیں امید ہے کہ اگر دیانتداری اور خدا خوفی سے حضور کی باقی زندگی پر غور کریں تو بجائے آریہ خانہ دار کے ”آریہ سردار“ کہیں گے انشاء اللہ۔

راہ پر تم کو تو لے آئے ہیں ہم باتوں میں اور کھل جاؤ گے دوچار ملاقاتوں میں

خدا کا شکر ہے کہ مخالف کی نگاہ میں بھی حضور کی سچاں سالہ عمر بے نتیجہ عیب اور بے داغ ہے۔ باقی بھی مخالف انصاف سے دیکھیں گے۔ تو اسی نتیجہ پر پہنچیں گے۔

نہ فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگر م کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

نکاح خدیجہ کے ماتحت رنگیلے مصنف نے مہاشہ کے تین جھوٹ تین واقعات ایسے جھوٹ لکھے ہیں جو کبھی معاف

نہیں ہو سکتے۔

پہلا جھوٹ | محمد کو یقین ہو گیا کہ دنیا گمراہ ہو رہی ہے اسے اپنے بنائے
جنس کی حالت پر رونا آتا۔ اس کے دل میں گہرا درد تھا۔ جو عربی
زبان کے نہایت پُر اثر اشعار کی صورت میں وقتاً فوقتاً ظاہر ہو رہا تھا۔
یہی قرآن کی پہلی آیتیں ہیں جو کسی نامعلوم سبب سے قرآن کے اخیر میں
وُج کی گئی ہیں۔ ان میں تہطیب ہے تیزی ہے۔ سچی طلب ہے۔ بقیر ارارو
ہے۔ حقیقت کی تلاش ہے۔ (صفحہ ۱۳)

پُر اثر اشعار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بنائے نہ قرآن مجید میں کوئی
شعر درج ہے۔ بلکہ شعر کی تردید ہے۔ مَا عَلَّمْنَاہُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لہ۔
(نہ ہم (خدا) نے اس نبی کو شعر بنانا سکھایا، نہ اس کو لائے ہے)

”محمد کا اضطراب بڑھتا گیا اور تسلی کی صورت نہ دیکھ
دوسرا جھوٹ | کہ آخر اسے خیال ہوا کہ خود کشتی کر لینی چاہیے۔ آخر

اسے رونے دھونے کی زندگی سے فائدہ؟ یہاں خدیجہ کی عمر رسیدگی
کام آئی کوئی نوجوان عورت ہوتی تو خاوند کو پاگل سمجھتی اور اس کا ساتھ
چھوڑ دیتی۔ آپ ڈرتی اور اسے ڈراتی، خدیجہ نے محمد کو ڈھارس بندھائی
محمد کو شک تھا کہ مجھ پر جنوں کا جادو ہے۔ یہ الہام نہیں، شیطان کی
کرتوت ہے۔ خدیجہ نے جنوں کا امتحان کیا اور محمد کو یقین دلایا کہ یہ فرشتے
ہیں۔ ان کا پیغام درست ہے اور جب محمد نے کہا کہ یا تو وہ دنیا کو
بدل دے گا۔ یا اپنا ہی خاتمہ کرے گا، تو خدیجہ نے دنیا کے بدلنے کے
ارادے کو تقویت دی اور خود اس نئے مذہب کی جس کی اشاعت کا
محمد نے منصوبہ باندھا تھا۔ سب سے پہلے پیرو ہوئی۔ (قصص الانبیاء)

قصص الانبیاء میں یہ قصہ نہیں ہے نہ جنوں کا جادو۔ نہ شیطان کی کرتوت۔
بلکہ یہ سب حوالہ شیطانی القاء کہیں تو بجا ہے، کوئی غیرت مند آریہ ہم کو قصص الانبیاء

میں یہ حوالہ دکھائے تو انعام لے۔

تیسرا جھوٹ محمد کو الہام کے وقت سخت تکلیف ہوتی تھی اس کے منہ سے جھاگ آنے لگتی، جسم پسینہ پسینہ ہو جاتا، باہر کی سُدھ بُدھ نہ رہتی۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ مرگی کے دورے تھے محمد اس وقت مریض ہو جاتا۔ خدیجہ اس کی خدمت کرتی۔ اس پر کپڑا لاتی پانی کے چھینٹے دیتی۔ غرض یہ کہ اسے ہوش میں لاتی۔ بخاری باب الوحي

(رنگیلا رسول ص ۱۲)

بخاری میں یہ حوالہ نہیں جس میں مرگی کا ذکر ہو اور خدیجہ کے پانی وغیرہ ڈالنے کا مذکور ہو۔ یہ سب آریہ مہاشہ کی ایمان داری کا ثبوت ہے۔ ہاں ان کذبات ثلاثہ (تین جھوٹوں) کے سوا ایک سچ بھی اس کے قلم سے نکل گیا ہے (الكذب قد يصدق) لکھتا ہے۔

عرب میں پاپ ہوتا تھا۔ نہایت خوفناک پاپ ہوتا تھا اور محمد کا دل نیکی کے خیالات سے لبریز ہو رہا تھا۔ عربی بت پرست تھے اور اس نے کھلے میدانوں میں بے ابر آسمانوں میں لامحدود رنگ تانوں میں کسی لامحدود طاقت کا احساس کیا تھا اسے یقین ہو گیا کہ پرمانا ایک ہے اور اس کی کوئی شکل و صورت نہیں۔ (صفحہ ۱۳)

مہاشہ سجنو! یاد رکھنا آئندہ کو اسلام اور اہل اسلام پر یہ الزام نہ لگانا کہ خدا کو مشکل یا متحکم کہتے ہیں۔ ورنہ ہمیں حق ہو گا کہ ہم تمہیں یہ شعر سنائیں۔

کیونکر مجھے باور ہو کہ ایسا ہی کرے گی
کیا وعدہ تمہیں کر کے مکرنا نہیں آتا

مہاشہ کی مائی { حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حق میں رنگیلے مہاشہ نے ان لفظوں میں اظہار عقیدت کیا ہے۔

لے جھوٹا بھی کبھی سچ بولا کرتا ہے۔

اس لیے ہم خدیجہ کو مائی خدیجہ کہیں گے کہ وہ عمر میں، عقل میں، دانش میں تجربہ و آزمودہ کاری میں مائی خدیجہ ہیں۔“ (ریگلا صفحہ ۱۶)

اس لیے ہم بھی آریوں اور مسلمانوں کی مائی (حضرت خدیجہ) کی دانش مندی تجربہ کاری اور درہن راسے کا اظہار کرتے ہیں جو موصوفہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں اس وقت ظاہر کی تھی جس وقت (بقول مہاشہ کے) وہ اپنے خاوند کی ڈھارس بندھا رہی تھیں۔ اہل انصاف کے لیے وہ الفاظ قابل غور

ہیں :-

آنحضرت نے خدیجہ کو کہا :-

قَالَ لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي
فَقَالَتْ خَدِيجَةٌ كَلَّا وَاللَّهِ لَا
يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلِ
الرَّحْمَ وَتَحْمِلِ الْكُلَّ وَتَكُفِي
الْعُدُومَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتَعِينِ
عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ -

(صحیح بخاری)

مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ خدیجہ نے عرض کیا ہرگز آپ خوف نہ کریں۔ خدا آپ کو کبھی ذلیل نہ کرے گا آپ صلہ رحمی کرتے ہیں لاوارثوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ بیکسوں کو کسب پر لگاتے ہیں۔ مہمانوں کی ضیافتیں کرتے ہیں اور مصیبتوں میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

یہ ہے راتے مہاشہ کی مسلمہ مائی کی جس کا خلاصہ یہ شعر ہے۔

غضب کے دلرُبا ہو غمگسار بیکساں تم ہو

معین ناتواں ہو میزبان میمال تم ہو!

مائی کے سپوتو! کیا کہتے ہو؟

~~~~~

# حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

وَعَنْ أَبِيهَا

دوسرا حملہ مخالف نے حضرت صدیقہ کے نکاح پر کیا ہے۔ رنگیلے مصنف کے بڑے بھائی کالی چرن نے بھی اپنے ہندی رسالہ "دچتر جیون" میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے متعلق چند روایتیں بے سرو پا لکھی ہیں۔ جن میں دیانت اور امانت کے خلاف عمل کیا ہے۔ چنانچہ اس نے بڑے طعن سے لکھا ہے کہ

"جب آنحضرت نے حضرت ابو بکرؓ کو عائشہ سے نکاح کرنے کا پیغام

دیا تو اس سے پہلے ابو بکرؓ مطعم بن عدی سے عائشہ کی بابت وعدہ کر چکا

تھا مگر حضرت کی ضد کے مارے وعدہ پورا نہ کر سکا۔" (صفحہ ۱۲۰)

اس دعوے پر حوالہ دیا ہے روضۃ الاحباب صفحہ ایک سو اکیاون (۱۵۱) کا جو

درحقیقت صفحہ ایک سو پانچ (۱۰۵) ہے۔ ہم اس مقام کے اصل الفاظ نقل کیے دیتے

ہیں تاکہ بالانصاف ناظرین ان مہاشہ جی کی امانت اور دیانت پر مطلع ہو سکیں۔

اردو

فارسی

ابو بکر صدیق کے دل میں خدشہ ہوا اور  
انہوں نے مطعم بن عدی سے عائشہ کے  
نکاح کرنے کا وعدہ کیا تھا اور ابو بکر نے  
کبھی وعدہ خلافی نہ کی تھی۔ اس سبب  
خولہ (قاصدہ آنحضرت) کو ابو بکر نے کہا  
تو یہاں میرے گھر میں کھڑا میں آتا ہوں  
یہ کہہ کر ابو بکرؓ مطعم کے گھر کو گئے جب ان کے

در خاطر صدیق خدشہ پیدا شد چیم  
بن عدی عائشہ را برائے پسرخود خطبہ نمود  
بود و ابو بکر قبول کرد و باو سے وعدہ  
در میان داشت و ہرگز خلف وعدہ نہ کرد  
بود و بال سبب خولہ را گفت تو ہمیں جا  
باش و خود بخانہ مطعم رفت زن مطعم  
چوں ابو بکر راز و دروید گفت اسے

گھر میں پہنچے تو اس کی بیوی نے ان کو دوسرے  
دیکھ کر کہا، لیا تو اسے ابو بکر اس امید سے  
میرے لڑکے کو لڑکی دینا چاہتا ہے کہ اس  
کو مسلمان کر لے۔ یہ کبھی نہ ہوگا۔ ابو بکر نے  
مطعم کو پوچھا کہ آپ بھی یہی کہتے ہیں۔ اس  
نے کہا ہاں میں بھی یہی کہتا ہوں جب ان  
دونوں کی باتیں ایسی طغہ آمیز ترش لہجہ میں  
نہیں تو ابو بکر نے اس کو عنایت جانا اور  
اپنے گھر میں آکر خولہ (قاصدہ) کو کہا کہ پیغمبر  
علیہ السلام کی خدمت میں عرض کر کہ بغرض نکاح  
تشریف لائیں۔ خولہ گئی اور ابو بکر کی طرف سے

ابو بکر امید آں داری کہ سپر مارا از دین مایر  
گردانی و مسلمان سازی و دختر خود بود  
یوسے وہی۔ این ہم نخواہد رسید ابو بکر  
از مطعم پرسید تو ہم چنین میگونی  
گفت آری، صدیق غنیمت دانستہ  
از انجا بنجانہ خویش بازگشت و خولہ را  
گفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم را بگوئی تا بشر  
فرماید خولہ آمد و آن سرور را از زبان  
ابو بکر بخواند، حضرت بنجانہ وے تشریف  
داد و عائشہ را نکاح کرد۔

جلدی ۱ (جلد اول صفحہ ۱۰۵)

آنحضرت کو پیغام دیا حضور تشریف لائے اور عائشہ کے ساتھ آپ کا نکاح ہو گیا۔  
کون نہیں جانتا کہ اس قسم کی گفتگو لڑکے والوں کی طرف سے رشتہ کا انکار  
ہوتا ہے نہ کہ مطالبہ۔

ناظرین! غور کیجیے کہ ساری عبارت حضرت ابو بکر صدیق کی صفائی اور وعدہ  
وفائی کا کیسا صاف لفظوں میں اظہار کر رہی ہے۔ مگر مخالف نے ادھی عبارت  
نقل کر کے اپنے ضمیر کو کیسا آلودہ کیا۔

اسی طرح مصنف و پیر جیون (ہندی) نے کیسا سفید جھوٹ لکھ دیا

ہے کہ:-

”آنحضرت نے اپنی پیاری بیوی عائشہ کو ناچ دکھایا۔ (صفحہ ۱۶۴)

حالانکہ یہ ایسا غلط جھوٹ ہے کہ مصنف کو شرمانا چاہیے کہ ایک تعلیم یافتہ  
پارٹی ڈاکیومنٹ کا قائم مقام ہو کر ایسی غلط بیانی کرتا ہے تو بے علم لوگوں کا کیا حال ہو  
گا۔ واقعہ یہ ہے کہ مسجد نبوی میں حبشہ کے فوجی لوگ فوجی کرتب کرتے تھے۔ جس کو آجکل



مصنوعی جنگ کہتے ہیں۔ ایسی مصنوعی جنگ کو دیکھنے کا شوق ہر ایک کو ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے بھی شوق ظاہر کیا۔ حضور نے مکان کی دیوار پر سے اسے کھایا۔ وہ ناچ تھا کیونکہ ناچ ہندوستانی محاورے میں فاحشہ رنڈیوں کے گانے بجانے کو کہتے ہیں، نہ کوئی ناجائز کام تھا۔ ہاں اس کو ناچ کہنا آریہ مصنف کی بددیانتی اور بڑی تعصب ہے۔ جن کی شکایت ان کے گرو سوامی دیانت کو بھی ایسے مذہبی متعصبوں سے ہے (دیکھو ستیا رتھ پرکاش دیباچہ ص ۷)

رنجیلے مصنف نے اس جملہ میں اپنا سارا زور اور ساری قوت دل آزاری میں خرچ کر دی ہے۔ غور کیجئے کس رنگ آمیزی اور چرب زبانی سے لکھتا ہے۔ "صنف نازک (عورت) کا پیار محمد کی فطرت میں تھا، یہ اسے مردوں کے لیے اوی خاص کر متقی اور پرہیزگار مردوں کے لیے ایک برکت خیال کرتا تھا۔ اس کی رائے تھی کہ عورت کا عشق مرد کو نیکی کرنے کی ترغیب دیتا ہے، مصیبت میں صابر بناتا ہے آفت میں استقلال بخشتا ہے سینے کو ابھارے رکھتا ہے اور روح کو صیقلہ کرتا رہتا ہے۔"

(رنجیلے صفحہ ۱۱۸)

کیا اعتراض؟ ہم تمہید میں اس کا جواب دے آئے اور بتائے ہیں کہ عورت مرد کا تعلق قدرتی ہے۔ جو کوئی اس قدرتی تعلق کو اچھی طرح نہا رہتا ہے۔ وہی شریف اور خدا رسیدہ ہے جو نہیں بنا ہوا وہ شریر یا رکشس ہے۔ عائشہ جی سنیے آپ کے گرو نے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید یا تائید میں اسی قسم کی تعلیم دی ہے۔ آپ کو یاد نہ ہو تو کان دھریئے!

عورتوں کی ہمیشہ پوجا کرنی چاہیئے

باب، بھائی، خاوند اور دیوڑ

ان (عورتوں) کی عزت کریں اور

دیور وغیرہ سے خوش رکھیں جن کو بہت بہتری کی خواہش ہوئے ایسا کریں؛ اور جس گھر میں عورتوں کی عزت ہوتی ہے اس میں آدمی با علم ہو کر

دیوناام سے ملقب ہوتے اور راحت سے رہتے ہیں اور جس گھر میں  
 عورتوں کی عزت نہیں ہوتی وہاں سب کام بگڑ جاتے ہیں ۲۰  
 جس گھر یا خاندان میں عورتوں کو تکلیف پاتی ہیں وہ خاندان  
 جلد تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور جس گھر یا خاندان میں عورتیں آندے سے پر  
 حوصلہ اور خوشی سے بھری رہتی ہیں وہ خاندان ہمیشہ بڑھتا رہتا ہے ۲۱  
 اس لیے حسرت کی خواہش کرنے والے آدمیوں کو مناسب ہے کہ  
 عزت اور ترویج کے موقع پر زیورات، پوشاک اور خوراک وغیرہ سے عورتوں  
 کی ہمیشہ عزت کیا کریں ۲۲ (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۲۲ باب نمبر ۱۴۸)  
 سماجی مترو! کہو تو استریوں کی پوجا کیا کرتے ہو؟

ہاں ہم کو تسلیم ہے کہ ہمارے حضورؐ کو نازک صنف پر بہت کچھ نظر عنایت تھی  
 اس لیے تو حضورؐ نے سارے ملک عرب بلکہ ساری دنیا کے  
 خلاف فشاء حکم الہی لڑ کی کو ماں باپ کا بلکہ بیوی کو خاوند کا بھی وارث بنایا۔  
 دیانندی سجنو! اس محبت اور انصاف کی مثال ذرہ و بیک دھرم میں تو دکھاؤ  
 تمہارے سوامی نے تم کو استریوں کی پوجا کرنی سکھائی مگر یہ نہ ہو سکا کہ بے چاریوں  
 کو مردوں کے ساتھ ورثہ میں بھی شریک کر جاتے کیا یہی اسلام کا نقص ہے؟  
 سچ ہے

گل است سعدی و در چشم دشمنان خارا است  
 اس ضمن میں دوسرا فقرہ ماثہ مصنف نے کیا غلط لکھا ہے۔ جس سے اپنے  
 ہم جنسوں کی آنکھوں میں مٹی نہیں کنکریاں ڈالی ہیں۔

سماجیو! غور سے سنو!

(۱) محمد نے شاعرانہ طبیعت پائی تھی (کیا سفید جھوٹ ہے)  
 (۲) حدیجہ کی کہنہ سالی نے عالم موجودات میں عورت کے شباب کی بہار  
 کا لطف نہ اٹھانے و یا یہ قوت تصور کو ایک اور تازیانہ ہو دنیا کی

عورتیں دماغ سے اتر گئیں۔ بہشت کی حوریں کے خواب آنے لگے۔

(رنگیلا ص ۱۹)

مہاشے سجنو! دیکھا اسلام کا معجزہ تمہارا وکیل رنگیلا مصنف اتنی سی عبارت میں کیا کچھ بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے۔ پہلے فقرہ کی تردید تو خود قرآن مجید نے صاف صاف اور کھلے لفظوں میں کر دی ہے۔ غور سے سنو!

مَا عَلَّمْنَاہُ الشِّعْرَ وَمَا

اہم دغمانے نبی کو شعر گوئی نہیں سکھائی

اور نہ اسے لائق ہے

يَنْبَغِي لہ۔

حدیث کی کسی کتاب یا تاریخ میں ثبوت نہیں ملتا کہ حضور علیہ السلام نے کبھی ایک

شعر بھی بنایا ہو۔

دوسرے فقرہ کا جواب خود مہاشہ کے کلام میں ملتا ہے جو پہلے بھی صفحہ ۴۳

پر نقل ہو چکا ہے اور اب پھر نقل ہے، مہاشہ لکھتا ہے:-

”معیاد خانہ داری کے پچیس برس محمد ایک ہی بیوی پر قانع رہا اور وہ بھی

دو خاندانوں کی بیوہ جو نکاح کے وقت چالیس برس کی اور انتقال

کے وقت ۶۵ برس کی تھی۔ اس بڑھیا کی اس جوان کی نبھ گئی، یہ بات

محمد کی پاکیزگی خاطر پر دلالت کرتی ہے“ (صفحہ ۱۸)

سماجیو! تمہارا مہاشہ کیسے دل و دماغ کا مالک ہے کہ صفحہ ۱۸ پر تو حضرت

خدیجہ حبیبی بڑھیا بیوی سے نباہ کرنے کو حضور علیہ السلام کی پاک باطنی کہتا ہے۔ جو

بالکل سچ ہے۔ مگر چند سطریں بعد ۱۹ پر اس بڑھیا سے نباہ کرنے کو موجب حمت

و افسوس قرار دیتا ہے۔ یہ کس قسم کا ظلم یا بدحواسی ہے؟ دونوں منقولہ عبارتیں غور

سے پڑھو۔

حضرت عائشہ صدیقہ کے نکاح پر سب سے بڑا اعتراض مخالف کو یہ ہے

کہ دس برس کی کم سن لڑکی تھی اور حضور کی عمر ۵۳ سال تھی۔ اس لیے مہاشہ

جی مشورہ دیتے ہوئے اپنی راستے کا اظہار کرتے ہیں:-

”محمد ابو بکر کی لڑکی کو اپنی لڑکی بنا لیتا۔ اس کی شادی اپنے ہاتھوں سے کرتا، جہیز دیتا اور اس کا باپ بن جاتا تو نہایت خوش آئند ہوتا۔“  
(رنگیلا ص ۲۱)

اللہ کے تیری شان! یہ اس قوم کی طرف سے مشورہ ہے جو نچرل قانون کو اپنا اصول جانتی ہے۔ مہاشہ جی اور ان کے ساتھی جانتے ہیں کہ والدین اور اولاد کا تعلق قدرتی ہے مصنوعی نہیں کہ کسی کے بنانے سے بنے۔ اسی لیے قرآن مجید نے قہقہے اے پالک کو اپنا بیٹا کہنے سے منع کر دیا ہے۔ غور سے سنو! ارشاد ہے:

أَدْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ

(اے پالکوں کو ان کے والدوں کے نام سے بلایا کرو۔ اللہ کے نزدیک یہ بہت انصاف کی بات ہے)

مگر جس قوم کا یہ اصول ہو کہ نیوک زادہ اپنے اصل باپ (نطفہ دار) سے کٹ کر مصنوعی باپ کا بیٹا کہلائے (ستیارتھ پرکاش) وہ کیوں نہ ایسا مشورہ دیں۔ ہم گذشتہ مہینہ میں خاوند بیوی کے تعلقات پر مفصل لکھا آئے۔ ملاحظہ ہو کتاب ہذا صفحہ ۴ تا ۴۷، مگر مہاشہ مخالف بے سوچے سمجھے استہزائے لکھتا ہے:

”عائشہ اپنی گڑیاں ساتھ لائی، تریپن سال کے نوشتہ بھی کبھی کبھی اپنی اس ہونہار بیوی کی معصومانہ کھیلوں میں شریک ہو جاتے۔ تریپن سال کے بڈھوں کا بچوں کے ساتھ کھیلنا معیوب نہیں۔ لیکن کسی اور حیثیت میں ہونا چاہیے۔ خاوند کی حیثیت میں نہیں۔“ (رنگیلا صفحہ ۲۱)

کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ جس سے یہ ثابت ہو کہ حضور عائشہ کے ساتھ گڑیاں کھیل کرتے تھے۔ ہم حیران ہیں کہ ان چالاکیوں سے آریہ سماج کے خیال میں فتحیابی کا پلاؤ پک رہا ہے۔

ایں خیال است محال است جنوں

علاوہ اس کے ہم کہتے ہیں کہ نسلی عقلی دلیل اس امر سے مانع ہے کہ خاوند اپنی

بیوی کی تفریح میں شریک نہ ہو (یہ جواب بعد نسیم واقعہ کے ہے) بجائیکہ آپریں اور ہندوؤں کے مسلمہ کرد و منوجی دھرم شاستر کے بانی راجہ کو اجازت دیتے ہیں۔  
 ”راجہ کھانا کھا کر عورتوں کے ساتھ محل میں بہا کرے۔“ (باب شلوک ۱۲۱)  
 مہاشہ نے حضرت عائشہ صدیقہ کی نسبت دو الزام عجیب اترار کیے ہیں۔  
 (۱) انک عائشہ جو اسلامی کتابوں میں خاص کر قرآن شریف میں مردود ہے۔ اس کی صحت کی طرف اشارہ کر کے مسلمانوں کے دلوں کو زخمی کیا۔

(۲) صحابہ کرام کے زمانہ میں مسلمہ خلافت پر جو لڑائی ہوئی اس میں بھی عائشہ کو بھی ذلیل بنا کر تعدد و ازدواج کو باعث تباہی اسلام بتایا ہے۔ چنانچہ مہاشہ مخالف کے نامہ مذہب الفاظ یہ ہیں:-

”محمد کی بیٹی فاطمہ، مائی خدیجہ کی یادگار فاطمہ علی سے بیاہی ہوئی تھی اور فاطمہ کا خاوند اپنا داماد علی ہے، اور صحرا چہیتی بیوی عائشہ سے محمد کو گھر کو جانے لگھڑیں خانہ جنگی کی بنیاد پڑ گئی۔ اس خانہ جنگی نے محمد کی وفات کے بعد اسلام کی تاریخ کو متواتر خونریزیوں کی تاریخ بنا دیا“ (صفحہ ۲۲)  
 معلوم نہیں مہاشہ جی کو کون کھتے ہوئے کورس پانڈول کی لڑائی کا نقشہ سامنے آگیا یا ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کے وارثوں کی جنگ دکھائی دی۔ خدا جانے یہ سبکی سبکی باتیں کیوں کرنے لگ گئے یہیں تو کسی اسلامی کتاب میں یہ نقشہ خانہ جنگی کا دکھائی نہیں دیتا۔ ہاں ہم مانتے ہیں کہ خلافت پر لڑائی ہوئی مگر اس کا سبب یہ نہ تھا جس کا مخالف نے منصوبہ گھڑا ہے بلکہ سیاست میں اختلاف رائے تھا۔ ہاں نمبر اول کے متعلق جواب خود قرآن مجید میں مذکور ہے:-

أُولَٰئِكَ مَبۡرُؤۡنٌ مِّمَّا يَفۡتَوۡنَ

عائشہ وغیرہ پر جو اترار اور بتان لگایا گیا ہے وہ اس سے پاک ہیں، مخالفوں کا الزام اگر ملزم پر دھبہ لگا سکتا ہے تو تم کو یاد ہونا چاہیے کہ تمہارے سوامی شردھانڈ پر حال ہیں جو الزامات عین وغیرہ بد اخلاقیوں کے لگائے گئے ہیں

کیا وہ بھی صحیح ہیں؟ جن سے بطور نمونہ ایک اشتہار درج ذیل ہے۔

## شرودھانٹ کی شرمناک اخلاقی موت

روپیہ کمانے کے لیے سنیاسی ہونے کی حقیقت

(پبلک فنڈوں کا حساب پوچھنے پر بازاری گالیاں)

”ہم نے شرودھانٹ سے اخبار الیشیا دہلی میں کئی قومی فنڈوں کے

حساب کا مطالبہ کیا تھا جس کے جواب میں اُس کی طرف سے اُس کے

تیج اخبار میں ہمیں فحش گالیاں دے کر اپنی خاندانی تہذیب کا ثبوت دیا گیا

سے اور جو حساب دیا گیا وہ سخت مشکوک اور جعلی ہے جس سے صاف

ثابت ہوتا ہے کہ شرودھانٹ نے قومی فنڈوں کا بہت سا روپیہ منہم

کیا ہے۔ ان جوابات سے شرودھانٹ کی اخلاقی موت ہو گئی اب وہ

تنگ آکر ہمیں کئی ذرائع سے بدنام کر رہا ہے اور اپنے چیلوں کو ہمارے

برخلاف آمادہ کر رہا ہے۔ لیکن ہم اس کو آگاہ کرتے ہیں کہ آجکل غدر کا

زمانہ نہیں ہے اگر کسی موقع پر ہمارا بال بھی بیکا ہو تو شرودھانٹ مع اپنے

چیلوں کے بڑے گھر میں نظر آئے گا۔ ایسی دھمکیاں دے کر وہ قومی

فنڈوں کا روپیہ اگلنے سے بچ نہیں سکتا۔ اب ہم مجبور ہو کر پبلک

یہ بتلاتے ہیں کہ یہ شخص سنیاسی کیوں ہوا؟ ہم جو کچھ بھی لکھیں گے۔ ہر

ایک بات کا کافی ثبوت ہمارے پاس موجود ہے۔ واقعات یہ ہیں کہ

۱۹۰۰ء میں سب سے پہلے آریہ سماج کالج پارٹی والوں نے بسپتی

شیر پنجاب لالہ چیت رائے جی اور ماتما منہراج جی اس شخص پر

قومی فنڈوں کے غبن کرنے کا الزام لگایا تھا۔ یہ ہر دو اصحاب معمولی

آدمی نہیں ہیں۔ زال بعد ۱۹۰۵ء میں کئی دفعہ معززین نے آریہ پرتی

مذہبی سچا پنجاب میں اس شرودھانٹ (سابق منشی رام) پر چودہ ہزار

زائد ایک رقم ہزار کی دوسری رقم عین کرنے کی بابت کہیں دائر کر کے اس کو ایک ملزم کی حیثیت میں پیش کیا تھا اور اس پر پھرے اجلاس میں یہ فرد الزام بھی لگائی گئی تھی کہ

(۱) یہ شخص ہرگز اس قابل نہیں کہ کوئی پاک فنڈ اس کے سپرد کیا جائے۔

(۲) یہ شخص ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کو ذمہ داری کا عہدہ دیا جائے۔ کیونکہ معمولی اختلاف رائے ہونے پر بھی یہ ہر شخص کو پہنچانے اور چھوٹے الزام لگا کر بدنام کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔

جب مذکورہ بالا عین کا کہیں اس پر چلا تو یہ ان دنوں گروکل کانگریسی کا مکھیہ ادھشٹا تھا اور اس کے ساتھ ایک پارٹی تھی۔ اس وقت تو یہ کہہ کر اس نے جان بچائی تھی کہ وہ روپیہ کسی شخص کو دے رکھا ہے۔ یہ ان دنوں ہزاروں کا ترضد بھی تھا۔ اس کا ترضد اتانے کے لیے اس کی کتابیں لے کر ایک آریہ کمیٹی قائم ہوئی تھی۔ لیکن کئی سال کے بعد جب وہ عین شدہ روپیہ وصول نہ ہوا اور خود اس کی پارٹی والوں کو معلوم ہو گیا کہ پندرہ ہزار سے زائد روپیہ یہ شخص خود ہی کھا گیا ہے تو اس کی پارٹی بھی اس سے منحرف ہو گئی۔ تب اس نے گھبرا کر اپنی پول ظاہر ہوتے دیکھ کر ایک شخص سے یہ صلاح کی کہ :-

”دھرم کے کاموں میں تو روپیہ کا حساب پوچھا جاتا ہے۔ لیکن پولیٹیکل کام میں بڑی عزت ہے کوئی حساب کتاب پوچھتا ہی نہیں۔ اس لیے میں تو سنیاسی ہو کر پولیٹیکل کا شروع کر دوں گا اور تم بھی میرے ساتھ رہنا۔ چنانچہ یکم مئی ۱۹۷۲ء میں بغیر گرد کے خود بخود سرمنڈا کر اور گھیرے کپڑے کر کے اپنا نام شررہا تہ خود ہی رکھ کر شاگردوں کے طریقہ کے خلاف سنیاسی بن گیا اور روپیہ کمانے کے لیے دہلی کو تجارتی شہر دیکھ کر اس نے اڑا جایا۔ جس مذکورہ بالا شخص سے

صلاح کی تھی اس کو دھوکہ دے کر اس کا تقریباً چار ہزار روپیہ اس نے مضم  
 کر لیا یہ دھوکہ بازی دیکھ کر وہ شخص اس سے الگ ہو گیا۔ وہ شخص دہلی میں  
 ہی رہتا ہے۔ شردھانند کے انکار کرنے پر ہم پبلک کو اس کا نام بتائیں  
 گے۔ سنیاسی ہونے کے بعد شردھانند نے خوب جال پھیلایا گندھول  
 میں قحط پڑنے پر گڈ وال ریلیف فنڈ کھولا اس میں اس کے پاس روپیہ کس  
 قدر آیا تھا اور کس قدر روپیہ کس طرح خرچ ہوا تھا۔ یہ بتلاتے ہوئے گھبراتا،  
 کہا گیا تھا کہ باقی ۲۸ ہزار روپیہ بچایا تھا ہم نے اس کا حساب دریافت کیا  
 تو شردھانند نے اپنے اخبار تیج میں کمینہ گالیوں کے ساتھ اس کا جواب  
 ایسا مشکوک دلایا کہ وہ معہ ایڈیٹریج کے جعل سازی میں پھنس گیا۔ یعنی پہلے  
 تو ۲۸ ہزار روپیہ باقی بتلا کر اس کا حساب (بلا ثبوت) بتلا دیا۔ جب ہم  
 نے لکار کر پوچھا کہ شردھانند نے اپنے لٹ کے اندر کو اس فنڈ سے جو پانچ  
 ہزار روپیہ ناجائز طریقہ سے پریس اور اخبار جاری کرنے کو دیا تھا۔ وہ کہاں ہے  
 تو دروغ اور حافظ نباشد کے مصداق تیج ۱۳ مارچ میں گھبراہٹ میں لکھ ڈالا کہ۔  
 ”وہ پانچ ہزار روپیہ پریس میں لگا دیا تھا۔ لیکن وہ اچنتی کھاتہ میں پڑا ہوا  
 ہے اور وہ شری مالوی جی کو دینا ہے“ شری مالوی جی ان دنوں دہلی ہی میں تھے  
 مگر ان کو یہ روپیہ نہیں دیا گیا اور اچنتی کھاتہ میں ہی پڑا ہوا مضم ہو جائے گا۔  
 لیکن اب سوال یہ ہوتا ہے کہ پہلے تو ۲۸ ہزار کل باقی روپیہ کا حساب تیج میں  
 بتلا دیا گیا تھا پھر یہ پانچ ہزار کہاں سے نکل آیا اور اس طرح ۳۳ ہزار روپیہ ہوتا  
 ہے۔ لہذا صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ حساب جعلی ہے اور یہ جعل سازی دھرم  
 اور قانون کے خلاف ہے۔ گویا ایک فنڈ کے ایک ہی حساب میں ہم نے  
 شردھانند کو قومی ملزم کی حیثیت میں قوم کی سامنے کھڑا کر دیا ہے۔ ابھی وہ  
 اس فنڈ کے تمام خرچ کردہ اور باقی ماندہ کا مفصل حساب پیش کرے تو کئی  
 جگہ ایسی ہی گڑبڑ ملے گی۔ اب ہم دیگر فنڈوں کا ذکر کرتے ہیں۔



(۲) پولیٹیکل کامپوٹر کر شر دھانڈنے شدھی کا کام شروع کیا۔ اس سلسلہ میں بھارتیہ شدھی سبھا اگرہ سے شر دھانڈ کا نو ہزار روپیہ لینا تیج ۱۳ مارچ میں دُج ہے اور بتلایا ہے کہ صوبہ دہلی میں اس روپیہ سے شر دھانڈنے ایک ہزار کے قریب شدھیوں کیس اور دہلی کے ماتحت ۱۲۵ اپڈیشک کام کرتے رہے؛ کیا دہلی کا کوئی شخص بتا سکتا ہے کہ ۱۲۵ اپڈیشک ہوتے ہوئے دہلی میں شدھی پرائن کے کس قدر لکچر ہوئے اور کیا ایک ہزار شدھیوں صوبہ دہلی میں کہیں ہوتی ہیں؛ کیا شر دھانڈ اس نو ہزار روپیہ کے خرچ کی تفصیل اور ۱۲۵- اپڈیشکول کے نام مع پتہ بتلا سکتے ہیں؟

(۳) شر دھانڈ مفصل معہ نام و پتہ کے بتلائے کہ شہر دہلی سے اس نے شدھی سبھا کے لیے کس کس سے کس قدر روپیہ بطور چندہ لیا ہے اور وہ کہاں خرچ ہوا؟

(۴) اخبار تیج کے لیے بھی شدھی سبھا سے کس قدر روپیہ لیا ہے اور کیوں لیا ہے؛ کیا تیج کے سروتی پر اپنا نام اس کی سرپرستی پر لکھوانا پبلک کو صوح دھوکہ دینا نہیں ہے؟

(۵) ہندو سنگٹھن کے لیے شر دھانڈ نے دورہ کیا تھا۔ اس دورہ میں کس قدر روپیہ جمع کیا ہے اور وہ روپیہ کہاں ہے؛ اور ہندو سنگٹھن کا شور مچانے پر اس نے اس کا کس قدر کام کیا ہے؟

(۶) شر دھانڈ کی دلت ادھار سبھا میں پارسال ایک اخبار کی تحریر کے مطابق سات آٹھ ہزار روپے آئے تھے جو پارسال ہی نہ معلوم کون سے اچھوتوں کے کھولوں میں خرچ کئے گئے۔ نومبر ۱۹۲۳ء میں ایک خبر نائغ ہوئی تھی کہ اس روپیہ کے خرچ کے کاغذات شر دھانڈ کے داماد ڈاکٹر سکھدیو کے دوائی خانہ میں جہاں اس سبھا کا دفتر بھی تھا موجود

تھے۔ کوئی چوریات کو آکر کاغذات کو جلا گیا۔ شر دھانڈنے ہمارے پوچھنے پر  
تیج پر اس کا ذکر کرایا ہے۔ مگر دولت ادھار سبھا کے فنڈ کا مفصل حساب  
دینے کا نام تک نہیں لیا۔

(۷) شر دھانڈنے شدھی کا کام بھی اپنا مطلب پورا کر کے چھوڑ دیا اور اچھوتوں  
کا کام مذکورہ دولت ادھار سبھا کے نام سے شروع کر دیا اور اس خانہ ساز سبھا  
کے لیے ۲۵ لاکھ کی اپیل کر کے شر دھانڈنے پچھلے دنوں ہی کا ٹھیا واڑ  
اور مہی وغیرہ کئی جگہ دورہ کیا تھا۔ لیکن اب تک اس نے ظاہر نہیں کیا کہ ان دنوں  
سے اس کو کس قدر روپیہ ملا۔ کیا اس سبھا کا پہلا اور اب کا سب روپیہ معنی؟  
اس سبھا کا پردھان خود شر دھانڈ ہے اور سیکرٹری اس کا داماد سکھ دیو ہے  
گویا گھر ہی کی سبھا ہے۔ شر دھانڈ گھر میں بیٹھ کر جب چاہتا ہے روپیہ کمائے  
کے لیے کوئی نہ کوئی سبھا بنا لیتا ہے۔ کبھی سبھا کے نام سے اس کو کوئی نہ  
شخص روپیہ وغیرہ نہ دے۔

(۸) شر دھانڈ نے حال ہی میں اعلان کیا ہے کہ ایک شخص نے اچھوتوں کے لیے  
ڈھائی ہزار روپیہ ماہوار دیا ہے شر دھانڈ یہ بتائیے کہ یہ روپیہ کس سے اور کس ماہ  
سے اس کو ملتا ہے اور کہاں خرچ ہوتا ہے؟

(۹) گنور کھشاس کمیٹی کے روپیہ کا بھی مفصل حساب نہیں بتلایا اور نہ باقی ماندہ  
روپیہ ہندو سبھا بنارس کو بھیجا گیا وہ گھنوماتا کی رکھشاکار روپیہ بھی مضموم؟  
(۱۰) دہلی کے ایک جلسہ میں ۲۴ اکتوبر ۱۹۲۲ء کو شر دھانڈ نے کہا تھا۔ کہ ایک  
سبھا کا ساڑھے چھ ہزار روپیہ تھا۔ کچھ مختلف کاموں میں خرچ ہو گیا اور ایک  
ہزار باقی ہے وہ میں ہندو سبھا دہلی کو دے دوں گا۔ ازاں بعد ۲۲ جنوری  
۱۹۲۲ء کو شر دھانڈ نے اپنے مکان ہی پر فیصلہ کیا تھا جو اخباروں میں  
شکل چکا ہے۔ کہ ہندو سبھا کا کام دہلی سے باہر کرنے کے لیے انڈراپڈیٹر  
ارجن اوریش بندھواپڈیٹر تیج کو روپیہ ماہوار دے دیا جائے، کیا اس

طرح شر دھانڈ گھری میں وہ روپیہ بھی مفہم کرنا چاہتا ہے اور وہ ساڑھے چھ ہزار روپے کس سبھا کا تھا اور شر دھانڈ نے کہاں پر خرچ کیا ہے۔

(۱۱) پنڈت لکشمی نارائن جی شاستری دہلی سورگیاشی کے کئی ہزار روپیہ شر دھانڈ نے وعدہ کر کے شدھی کے کام میں خرچ کر دیتے تھے کہ یہ روپیہ بعد میں شدھی سبھا سے دے دیئے جائیں گے۔ لیکن بعد میں پنڈت جی کو کورا جواب دے دیا پنڈت جی نے شدھی کے لگن میں دشواش گھاتی شر دھانڈ کے کہنے میں اگر اپنی دھرم تپنی کے زیورات تک فروخت کر کے لگا دیتے تھے کیا پیسے کے بھوکے شر دھانڈ نے پنڈت جی کے وہ کئی ہزار روپیہ اپنے حساب میں دکھا کر شدھی سبھا کے حساب سے خود مفہم تو نہیں کر لیے؟ پنڈت جی یہ دشواش گھات کر کے شر دھانڈ نے مہا پاپ اور اخلاقی جرم کیا ہے۔ شر دھانڈ ان کو اپنا ہی پاپ چھپانے کے لیے ہمیشہ بدنام کرتا رہا ہے۔

(۱۲) شر دھانڈ جب سنیاسی ہوا تھا تو اس کے پاس کچھ نہ تھا اور انڈر پٹر فٹنا تھا۔ وہ بھی ناوار تھا، تو ارجن اور تیج اخباروں کے خرچ اور مشین پریس لگانے میں ہزاروں روپیہ وہ کہاں سے لایا ہے؟ اور اس قدر بڑے بڑے مکانوں کا کرایہ وہ کہاں سے دیتا ہے؟ کیا اس پر تیکش پرمان (ثبوت عینی) کا کوئی جواب ہے اور کیا اپنے وطن جالندھر میں اس نے مکانات تو نہیں بنوائے؟ اگر بنوائے ہیں تو وہ روپیہ کہاں سے آیا؟

(۱۳) آریہ سماج کا اتہاس لکھنے کے لیے شر دھانڈ نے کئی سال ہوتے دورہ لگایا تھا۔ کیا اس دورہ سے بھی کچھ روپیہ جمع کیا تھا؟ اگر کیا تھا تو وہ کہاں؟

(۱۴) شر دھانڈ نے ٹہریہ کمانے کے لیے ایک اور ایجا چار اور شیطنیت کا مہل بنا رکھا ہے جہاں عورتوں کے ذریعہ سے روپیہ پیدا کیا جاتا ہے اس کو لکھتے ہوئے ہمارا قلم رکتا ہے کہ چونکہ ان حالات کے ساتھ شر دھانڈ کے لڑکے انڈکی بیوی دو یارتی کا بھی ذکر آتا ہے۔

۱۱۵) شردھانند نے روپیہ کے لالچ میں سنیاسی ہو کر پولیٹیکل کام شروع کیا تو اظہارِ مشیخت کرنے پر قید ہو گیا اور مشہور ہے کہ کوئی خاص معاہدہ کر کے قید سے رہا ہوا ہے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ رہائی کے بعد اس نے پولیٹیکل کام کو ہاتھ تک نہیں لگایا اور ہندو مسلمانوں اور ہندوؤں ہندوؤں میں بھی ناچاتی پیدا کر رہا ہے۔ بلکہ کانگریس اور پولیٹیکل لیڈروں کی بھی مخالفت کر رہا ہے حال میں اس نے مہاتما گاندھی کے خلاف بھی سخت حملہ کیا ہے۔ جن کی جو تیاں اٹھانے کے بھی یہ قابل نہیں ہے۔ یہ دوسرا بے چندرا کھٹورام ہندو قوم اور تمام اہل ہند کے لیے مارا آئین اور غلبی گھولنسہ ہے۔ اس سے اوڑھ اس کے اخباروں سے لوگوں کو بچا رہنا چاہیے۔ اخبار بند سے ماترم شہر نے بھی اس کو بہت پھسکارا ہے۔ اس شخص نے قومی فنڈوں کا نہ معلوم کس قدر روپیہ کھایا ہے۔ یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ شردھانند کا کوئی کام بھی پورا نہیں ہوا۔ کیونکہ روپیہ تو زیادہ تر یہ کھا گیا۔ باقی صرف نمائش رہی۔ ہم نیکاب کو ہوشیار کرتے ہیں کہ کوئی شخص گیرے کے پٹروں کے دھوکے میں نہ آکر اس کو کام کے لیے بھی روپیہ نہ دے ورنہ ایسے لوگوں کو دان دیتے والا شخص بھی شائستروں کے مطابق پاپی ہوتا ہے۔ اس نے ارجن اور تیج دونوں خباہی اسی لیے جاری کر رکھے ہیں کہ ان کے ذریعہ شور و شر پھیلا کر روپیہ پیدا کیا جائے اور اگر کوئی شخص شردھانند سے قومی فنڈوں کا حساب پوچھے تو یہ دونوں اس کو گالیوں دے کر بدنام کرنا شروع کر دیں۔ پبلک کو ان اخباروں سے بھی ہوشیار رہنا چاہیے۔

نوٹ:- ہم اخبارات یا ہیں کچھ چکے ہیں کہ اگر شردھانند چند معزز لیڈروں کو تجویز کرے تو اس کے سامنے ہم یہ تمام معاملات اس کے روبرو پیش کرنے کو تیار ہیں۔ غرض ہم نے ایک ضروری قومی خدمت ادا کرتے ہوئے اس قومی غدار کو قوم کے سامنے اس کی اصلی روپ میں کھڑا کر دیا ہے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ قوم اس کو اور اس کے اخباروں کو کس قسم کی قومی سزا دیتی ہے۔ شروع ہاتھ تکمیں آریہ سماجی بتا ہے اور کہیں سنا تن دھری کہہ کر اپنا مطلب نکال لیتا ہے۔ دراصل یہ قوم کا کھتری اور آریہ سماجی ہے لیکن بکثرت آریہ سماجی بھی اس سے ان حرکات کے باعث ناراض ہیں۔

سنیاسی ہو کر بھی اپنے لڑکے بہو اور پوتوں کے ساتھ رہتا ہے۔ باہر جا کر نہ معلوم کیا کہتا ہے۔ شروع ہاتھ نے اپنا الو سپدھا کرنے کے لیے اپنے اخبارات تیج اور رجن کے ذریعہ ملک میں سخت کش مکش پیدا کر رکھی ہے۔ چند روز ہوئے ان حرکات سے تنگ آکر مہاتما گاندھی کو اعلان شائع کرنا پڑا تھا۔ تب ہی سے شروع ہاتھ اور اس کے اخبارات نے مہاتما جی پر حملہ شروع کر دیا ہے۔ اسی طرح یہ ہر دو تیج اور رجن اخبارات اس شورش انگیزی کے علاوہ ہندو قوم میں بھی باہمی نا اتفاقی کو بڑھا رہے ہیں اور قومی فنڈوں کے خورد برد کرنے اور شروع ہاتھ کی دیگر حرکات پر قوم کو مکینہ دھوکہ بازی میں لاکر پردہ ڈال رہے ہیں۔ ہر طرف شروع ہاتھ اور ان کے اخبارات پر سخت نفرت ظاہر ہو رہی ہے۔ شروع ہاتھ اگر سچا آدمی ہے تو ہمارے اس اشتہار کا جواب دینے سے کیوں گھبراتا ہے۔ ہر شخص کا قومی فرض ہے کہ وہ ٹھنڈے دماغ سے اس اشتہار کو پڑھ کر غور کرے۔

راقم نڈت لرج نارائن ارمان دہلی (ایڈیٹر مذنامہ اخبار الیشیا دہلی)

حالانکہ الزام عائشہ کا جواب تو اسی زمانہ میں دیا گیا۔ مگر اس اشتہار کا جواب تک ہم نے نہیں دیکھا۔ پس الزام عائشہ کا جواب وہی ہے جو قرآن مجید میں درج ہے اسی ضمن میں مخالف مماثلہ نے مسئلہ تعدد ازواج پر بھی مضحکہ اڑایا ہے۔ اس کا جواب ہم اخیر رسالہ میں دیں گے۔ انشاء اللہ۔

مماثلہ مصنف کو اس بات پر بھی جلن ہے کہ حضرت صدیقہ پر جو یہ جھوٹا الزام لگایا گیا تھا۔ قرآن میں اس کی تردید کیوں ہوئی؟ چنانچہ آپ نے اس رنج کا اظہار

ان لفظوں میں کیا ہے۔

”سورہ نور میں رسول اور رسول کے خدا کا غم و غصہ اب تک مرقوم چلا آتا ہے بد زبان لوگوں کی زبانیں ان کے منہ میں گھسیڑ دی گئیں اب ضرورت ہوئی کہ حرم کو فہمائش کی جاوے کیونکہ تالی دو ہاتھوں سے بچتی ہے۔ یہ خدمت بھی اللہ میاں نے قبول کی۔ سورہ احزاب اترتی۔

”اے پیغمبر کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم پر ہاتھ سے ڈرتی ہو تو اپنے قول سے نہ پھرو تاکہ وہ لالچ نہ کرے جس کے دل میں مرض ہے اور کہا گیا ہے قول معروف اپنے گھروں میں رکی رہو اور نہ دکھاتی پھرو سنگار جیسے جاہلیت کے زمانہ کی عورتیں کرتی تھیں۔“

”آخر محمد کا اپنی بیویوں کو آپ تیبیہ و تویح کرنا بانگی زوجیت کے لوازمات کے خلاف تھا، اللہ میاں، میاں بیوی دونوں کا بزرگ ہے۔ اس کو بیچ میں ڈالا اور جو چاہا کہلوا لیا۔“ (رنجیلا ص ۱۲۵)

پیغمبر اسلام علیہ السلام کا ہر قول و فعل اور آپ کی خانگی زندگی امت کے لیے

اسوہ حسنہ دیکھنا ہے۔ اس لیے اس خانگی واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں ہو کر صفائی کرنی ضروری تھی۔ مگر بقول آریہ سماج پر مشورے کیا گیا کہ وہ اپنے ریشیوں کے علاوہ ایک میاں بیوی کے کاموں میں دخل دیتا ہو سوال کرتا ہے۔

”اے بیابے ہوئے مرد عورتو! تم دونوں رات کو کہاں کھڑے تھے

اور دن کہاں لبر کیا تھا، تم نے کھانا کہاں کھایا تھا۔ وغیرہ۔“

ارگ وید، اسٹنک اومبیائے، ورگ ۱۸، منتر ۲

کیا ہی فضول اور بے خبری کے سوال ہیں، تم دونوں رات کو کہاں رہے

تھے کیا خوب؟ کیا کوئی حیا دار مرد یا عورت رات کو رہنے کا جواب دے سکتے ہیں

اسی لئے اس سوال کا جواب وید میں مذکور نہیں، غالباً سننے والوں نے شیخ سوری

مرحوم کے مشورے پر عمل کیا ہوگا۔

## جواب جاہلاں باشد خموشی

اسی ضمن میں مہاشے نے حضرت عائشہؓ کا ایک قصہ سروریم میور کی تاریخ سے نقل کیا ہے جو باوجود معمولی ہونے کے مخالف اس میں رنگ آمیزی سے نہیں چونکا چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں :-

”بیماری کے دوران میں محمد قبرستان کو گیا اور اپنے مرنے کا یقین پختہ کر کے گھر لوٹا۔ عائشہ بھی اتفاق سے اس دن دروس میں مبتلا تھی وہ کراہ کراہ کر کہہ رہی تھی ”میرا سر! میرا سر!“ محمدؐ بول اُٹھے ”عائشہ! یہ لفظ مجھے کہنے چاہئیں! کم سن عورت نے سنا اور چپ ہو گئی۔ محمدؐ کو ظرافت سو جھی کہا، عائشہ! کیا تم پسند نہ کرو گی کہ تمہاری موت میرے جیتے جی ہو تاکہ میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے دفن کروں اور تمہاری قبر پر دعا کہوں؟ عائشہ نے ناک بھون چڑھا لی اور جواب دیا: ”یہ کسی اور کو سناؤ میں سمجھ گئی، میرے گھر کو مجھ سے خالی کرنے اور کسی اور حسن و جمال کی پتلی کو اس میں لالہ بسانے کا آرزو ہے“ محمدؐ کو جواب کی فرصت نہ تھی طاقت نہ تھی، مسکرا کر ٹال دیا۔ (حیات محمدی مصنفہ میو صاحبہ) درنگیلا صفحہ ۱۲۶

درنگیلا مصنف نے اس میں بھی رنگ آمیزی سے کمالیہ ہے۔ اصل واقعہ مت مختصر ہے جو مؤرخ ابوالفداء کے لفظوں میں ہم پیش کرتے ہیں۔

|                                                 |                              |
|-------------------------------------------------|------------------------------|
| عائشہ صدیقہ کہتی ہیں ایک روز میرے سر            | رومی عن عائشہ رضی اللہ عنہا  |
| میں دروغ تھا میں کہہ رہی تھی اے میرا سر کیونکہ  | نہا قالت جاء رسول اللہ صلی   |
| حضور خود بیمار تھے، پھر بطور تسلی دینے کے       | للہ علیہ وسلم و بی صداع      |
| بیوی عائشہ کو کہا تیرا کیا نقصان ہے اگر تو میرے | بانا قول و اس اساء ثم قال بل |
| سامنے مرجائے اور میں تجھے کفناؤں اور            | ناواللہ یا عائشہ و اساء ثم   |
| جنازہ پڑھوں اور دعا کروں۔ عائشہ نے              | قال ما حترک لومت قبلی فمت    |

عليك كفتك و صليت عليك و  
 دفتك قالت فقلت كاني بك  
 والله لو فعلت ذلك رجعت الى  
 بيتي و تعزيت ببعض نسائك  
 فتبس صلى الله عليه و سلم  
 (جلد اول صفحہ ۱۵۱)

سرولیم میوز صاحب نے اس مقام پر خود ہی تاریخ طبری کا حوالہ دیا ہے۔  
 طبری میں بھی یہ قصہ یونہی آیا ہے۔ فقط ایک لفظ کا فرق ہے۔ یعنی اس میں یوں  
 لو فعلت ذلك رجعت الى بيتي فاعرست ببعض نسائك (جلد ۲ ص ۱۹۱)  
 تاریخ ابوالفدا میں تعزیت اور طبری میں اعزست ہے۔ دونوں کے معنی  
 ہیں۔ "مرد کا عورت سے دل بہلانا۔"

کیسا صاف مضمون اور بیوی خاوند کا روزانہ دل بہلاوا ہے۔ اسی لیے سرسبز  
 نے بھی اسی عنوان کے ذیل میں اس واقعہ کو لکھا ہے۔ اس قسم کے واقعات کا جو  
 ہم تمہید میں دے چکے ہیں۔ مگر بیوی خاوند کے تعلقات اور محبت آمیز تفریحات  
 وہی جانتے ہیں جو تعلق رکھتے ہوں جن کی اپنی یا ان کے گرو کی ساری زندگی اس قدر  
 تعلق سے بے تعلق رہی ہو۔ وہ اس مذاق الفت کو کیا جانیں۔ پنجابی مصرع ہے  
 تو کی چاڑھیں سار عشق دی اونٹ چراون والا  
 گچا دانند حال ما سبکساران ساحلما

صدیقہ کے نکاح پر سب سے اہم اکبر اعتراض ان کی خرد سالی ہے۔ چنانچہ  
 مخالف کے چبھتے ہوئے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں۔

"محمد نے اس خرد سالی لڑکی سے جو عمر میں اس کی پوتی تھی اپنی نسبت کیوں  
 بھڑائی" ص ۱۹۔

پس ساری مخالفت کی جان ہی اعتراض ہے اسی لیے ہم اسی کا جواب معنی



دے کر اس بحث کو ختم کرتے ہیں :-

**لطیفہ** | حضرت خدیجہ عمر رسیدہ عورت سے شادی پر بھی مخالف معترض ہے  
کہ اتنی سن رسیدہ مائی سے کیوں شادی کی، چنانچہ ہما شہ کے چھتے  
ہوتے اس بارے میں یہ الفاظ ہیں :-

”خدیجہ بیوہ تھی وہ بھی قریش یعنی محمد کی ہم قوم تھی۔ دو خاوند مرچکے تھے۔  
اُل اولاد والی تھی۔ بھلا محمد اور اس کی عمر کا کیا مقابلہ تھا!“ (رنگیلا ص ۹)  
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد جب جوان عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو اس کی  
خرد سالی پر معترض ہیں۔ کیا سچ ہے نہ  
نہ از جو پر مردم رہد زشت رُو نہ شاہد زما مردم زشت گو  
خیر اسی ضمنی لطیفہ کے بعد ہم اصل بات پر آتے ہیں۔  
میاں بیوی کی عمر میں کیا تناسب ہو؟ اس کی بابت علماء دھرم شاستر  
کے مختلف اقوال ہیں، ہندیوں اور آریوں کے مسلمہ پیشوا منوجی اس بارے میں  
ہدایت فرماتے ہیں

”تیس برس کی عمر کا لڑکا اور بارہ برس کی دختر کا دواہ کرے یا چوبیس برس  
کا لڑکا اور آٹھ برس کی لڑکی کا دواہ کرے“ (منوسمرتی باب شاک ۱۹۴)  
پس ایک شخص اپنے چوبیس سالہ لڑکے کی شادی کسی آٹھ سالہ لڑکی سے (جو وہ  
بھی ویدک دھرم کی پابند ہو) کرے تو دھرم شاستر کے درودہ (مخالف) نہ ہوگی۔  
حالانکہ آجکل کے مشاہدہ سے یہ امر مشکل معلوم ہوتا ہے کہ آٹھ سالہ لڑکی بالغ ہو کر چوبیس  
سالہ جوان کی برداشت کر سکے۔ لاچار یہ کہنا پڑے گا کہ منوجی کے زمانہ میں آٹھ برس کی  
لڑکی اس طرح بالغ ہو جاتی ہوگی۔ جس طرح آجکل بارہ سال کی لڑکی بالغ ہو جاتی ہے۔  
آٹھ اور بارہ کے درمیان ہے، دس ممکن ہے۔ درمیانی زمانہ میں جو کہ اسلام کا زمانہ  
ہے۔ دس سالہ لڑکی بالغ ہو جاتی ہو۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ سے خود یہ فیصلہ  
آتا ہے کہ لڑکی جب نو برس کی ہو جائے تو بالغ ہے۔ کیونکہ وہ خود ایسی ہو گئی تھیں۔

دس سالہ عمر میں صدیقہ کا زفاف ہوا۔ چنانچہ مخالف نے صفحہ ۲۰ پر خود لکھا ہے بحکم دھرم  
 شائستہ آٹھ سالہ لڑکی کو چوبیس سالہ خاوند ملنا جائز بلکہ افضل ہے تو دس سالہ بالغہ کو تریپن  
 سالہ خاوند ملنے پر کیا اعتراض؟ ہاں اعتراض ہو سکتا ہے تو لڑکی کی ہر طہستی طاقت اور  
 خاوند کے بڑھتے صغف کا ہو سکتا ہے جس سے لڑکی کی خواہش کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ  
 ہے۔ ہم اس اعتراض کی قدر کرتے ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ طاقت اور نا طاقتی کے لیے  
 عمر کا کوئی قانون نہیں۔ بہت سے مرد چھوٹی عمر میں کمزور ہوتے ہیں اور بہت سے اخیر  
 عمر تک بھی طاقتور رہتے ہیں۔ اس کی پہچان کہ اس مرد میں قوت ہے یا نہیں۔ بہت  
 آسان اور روشن دلیل سے یوں واضح ہو سکتی ہے کہ چھوٹی عمر کی بیوی اور بڑی عمر کے  
 خاوند میں بعد نکاح غیر معلوم وجہ سے اگر بگاڑ رہتا ہے تو سمجھو کہ بڑھا میاں کمزور ہے۔  
 اور اگر دونوں میں محبت اور سلوک اچھا بلکہ بہت اچھا ہے تو سمجھو کہ بڑے میاں  
 قابل ہیں۔ یہ ایک ایسی شناخت ہے کہ ہر ایک تجربہ کار خانہ دار اس کو صحیح جانے گا۔  
 اب تنقیح طلب بات یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اور صدیقہ کے درمیان کامل  
 محبت تھی یا نہیں۔ اس سے مہاترہ مخالف کو بھی انکار نہیں۔ چنانچہ اس کے مختصر الفاظ  
 یہ ہیں :-

”محمد کے مرتے دم تک مجھ کی گھر والی دل جان کی مالک ہمارا عائشہ تھی صلیا  
 دوسری شہادت ہمارے بڑے بھائی پنڈت کالی چرن کی ہے۔ جو ہند کی رسالہ  
 ”چیرن جیون“ لکھتا ہے :-

”عائشہ بھی محمد صاحب پر عاشق تھی۔“ (ص ۱۶۵)

اسی بڑے بھائی نے بحوالہ مدارج النبوة لکھا ہے کہ :-

”حضور علیہ السلام کو تیس آدمیوں کے برابر طاقت تھی۔“ (ص ۱۴۷)

پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رجولیت (سردانہ طاقت) کا اعتراف

خود مخالفوں کو بھی ہے تو پھر ایک نو عمر لڑکی سے شادی کرنا کونسی عقلی یا نقلی دلیل کے  
 خلاف ہے۔

## چیلنج کا جواب | پنڈت کالی چرن نے اپنے رسالہ "چترن جیون" کے صفحہ ۱۲۸

پر مسلمانوں کو چیلنج دیا ہے کہ ۹ سالہ لڑکی سے تریپن سالہ لڑکی کی صحبت کو طبی اصول پر صحیح دکھائیں۔ غالباً ان کا خیال ہے کہ اتنی عمر کی لڑکی نابالغ ہوتی ہے۔ اس لیے عائشہ صدیقہ بھی نابالغ ہوگی۔ ہم اصولاً ان سے متفق نہیں، کہ نابالغ لڑکی سے ملاپ صحیح نہیں مگر (۹-۱۰) سالہ لڑکی اگر نابالغ ہو تو آٹھ سالہ کیسے بالغ ہوگی۔ جس کو چوبیس سالہ نوجوان طاقتور کے حوالہ کیا جاتا ہے دیکھو منوجی کا حوالہ مذکور، پس اگر آٹھ سالہ لڑکی کا چوبیس سالہ جوان سے ملاپ درست ہے تو دس سالہ لڑکی کا تریپن سالہ بڑھے سے ملنا کیوں نا درست ہے؟ خاص کر اس حال میں کہ دس سالہ لڑکی بالغ ہو تو تریپن سالہ طاقتور پیر نوجوان۔

سماجیواہ شیشہ کا گھر بنا کر دوسرے پر پتھر برسانا۔

کہو جی کونسا دھرم ہے ا

نوٹ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے زلفان کے متعلق بعض علماء، مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی وغیرہ کی تحقیق یہ ہے کہ ممدوحہ کی بابت جو ۹-۱۰ سال میں حضور کے گھر میں آنے کا ذکر آیا ہے۔ اس سے مراد خاوند سے ملاپ نہیں بلکہ محض رخصتی ہے۔ اس دعوے پر انہوں نے بہت سے حوالہ جات لغوی اور کتابی پیش کیے ہیں مطلب ان کا یہ ہے کہ حضور کی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد حضرت سوہہ خانہ داری کی ذمہ دار تھیں جو بہت بڑی بوڑھی اور لحیم و شحیم ہونے کی وجہ سے انتظام نہیں کر سکتی تھیں اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی ضروریات نامکمل رہ جاتیں اس لیے حضرت ابو بکرؓ نے عائشہ کو رخصت کیا تاکہ حضور کو خانگی امور میں تکلیف نہ ہو۔ ملاپ کی عمر وہی ہے جو عموماً بالغ لڑکیوں کی ہوتی ہے۔ یہ مضمون ان کا مع بعض علماء کی تائیدات کے اخبار اہلحدیث نومبر ۱۹۲۳ء کے پرچوں میں چھپتا رہا پس اس تحقیق کے مقابلہ میں کوئی اعتراض پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔

## حضرت ام المومنین زینب

رضی اللہ عنہا

زباں پر بار خدایا یہ کس کا نام آیا کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لیے مخالف نے صفحہ ۲۷ سے صفحہ ۲۸ تک کوئی بات قابل جواب نہیں لکھی صفحہ ۳۱ پر حضرت زینب کے نکاح کا ذکر کیا ہے مگر وہی بازاری ٹھٹھا محول جس کا کوئی ثبوت معتبر اسلامی کتابوں سے نہیں دیا۔

اس میں شک نہیں کہ اس قصہ کے متعلق موافقین اور مخالفین نے بہت سی بے اعتدالیاں کی ہیں ہم چاہتے ہیں کہ اس قصہ کو بے اعتدالیوں سے الگ کر کے اس کا اصل جوہر سلیک کے سامنے لائیں گو اس سے پہلے بھی ہم اپنی متعدد تصانیف میں ذکر کر چکے ہیں لیکن آج اس کو خاص صورت میں پیش کرتے ہیں۔

ملک عرب میں ہندوستان کی طرح دستور تھا کہ اولاد نہ ہونے کی صورت میں دوسرے کے لڑکے کو متبنیٰ (بے پالک) بنا لیتے اس کو مثل اپنے صلیبی بیٹے کے جانتے اسی کا نتیجہ یہ تھا کہ اس متبنیٰ کی بیوی کو مثل سگی بہو کے سمجھتے، چونکہ یہ رسم قانون قدرت کے خلاف تھی کیونکہ باپ بیٹے کا تعلق بیچ اور درخت کی طرح قدرتی ہے جو متبنیٰ میں نہیں پایا جاتا۔ متبنیٰ کو مثل صلیبی بیٹے کے جانا قانون قدرت کے برخلاف صریح اور رسم قبیح ہے۔ پیغمبر اسلام جن رسومات قبیحہ کی اصلاح کرنے کو آئے تھے۔ ان میں ایک رسم یہ بھی تھی جس کو رسم متبنیٰ کہتے ہیں۔ چونکہ یہ ایک عام اور مقبول رسم تھی۔ اس لیے اس کی اصلاح بھی صرف زبانی وعظ و نصیحت سے نہیں ہو سکتی تھی بلکہ وعظ و نصیحت کے علاوہ مثال کی بھی محتاج تھی۔ چنانچہ اس کی اصلاح کے لیے دونوں طریق اختیار کیے گئے وعظ و نصیحت تو ان لفظوں میں فرما کیے۔

مَا جَعَلَ ادْعِيَاءَكُمْ اَبْنَاءَكُمْ  
ذَالِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ  
خدا نے تمہارے لیے پالکوں کو تمہارے  
بیٹے نہیں بنایا یہ تمہارے منہوں کی باتیں ہیں

وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقُّ وَهُوَ  
يَهْدِي السَّبِيلَ. أَدْعُوهُمْ  
لِأَبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ  
عِنْدَ اللَّهِ فَإِنْ لَمْ  
تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَاخْوَانُكُمْ  
فِي الدِّينِ -

باتیں ہیں۔ اللہ سچ کہتا ہے اور سیدھی راہ  
کی ہدایت کرتا ہے۔ ان کو ان کے باپوں  
کے نام سے بلا یا کرو۔ اللہ کے نزدیک یہ  
بہت انصاف ہے۔ ہاں اگر تم ان کے باپوں  
کو نہ جانتے ہو تو سمجھو کہ وہ دین میں تمہارے  
بھائی ہیں پس ان کو بھائی کہا کرو، بہر حال  
بیٹامت کہا کرو (پ ۲۱، ۷۱)

کیسی نیچرل تعلیم ہے کہ جس کو قدرت نے نہیں جوڑا، تم اس کو قدرتی کی طرح مت  
سمجھو بلکہ اس کے اصل سے اس کا ملاپ ظاہر کرنے کو ان کی اصل ولدیت سے بلا یا  
کرو۔

یہ فطری تعلیم اتنی بڑی رسم قبیح کی اصلاح کے لیے کافی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لیے  
خدا نے مثال قائم کرنے کے لیے اسی مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب کیا جس کا  
نام قرآنی اصلاح میں اسوۂ حسنہ رکھا گیا ہے۔ آنحضرت کو زید بن حارثہ سے بہت محبت  
تھی۔ یہاں تک کہ رسم ملکی کے مطابق (منع سے پہلے) لوگ اس کو زید ولد محمد کہتے تھے۔  
اس زید کا زاد غلام کا نکاح بھی حضور نے اپنے قریبی رشتہ میں ایک بڑی شریف  
لڑکی زینب سے کرادیا تھا جو حضور کے ہاتھوں میں پلی تھی مگر اتفاق سے میاں بیوی میں  
سو مزاجی پیدا ہوئی جس کی انتہا یہاں تک پہنچی کہ میاں نے ارادہ کر لیا کہ میں اسے چھوڑ  
دوں چونکہ یہ عقد نکاح حضور علیہ السلام نے بڑی کوشش سے خود کرایا تھا۔ اس لیے آپ  
نے زید کو بہت سمجھایا مگر وہ نہ مانا۔ یہاں تک کہ اس نے زینب کو طلاق دے دی۔ اس  
سارے قصے کا ثبوت قرآن مجید کی آیات بینات میں ملتا ہے جو یہ ہیں۔

اسے پیہر اس بات کو یاد کرو کہ جب تم اس شخص  
کو سمجھاتے تھے زید بن حارثہ کو جس پر اللہ  
نے اپنا احسان کیا کہ اسلام کی توفیق دی

إِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ  
أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ

وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ  
مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى  
النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ  
أَنْ تُخْشَاهُ فَلَمَّا قَضَى  
زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا  
زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا  
يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ  
حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ  
أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا  
مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ  
أَمْرًا لَللَّهِ مَفْعُولًا۔

اور تم بھی اس پر احسان کرتے رہے کہ اپنی  
بی بی (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دے  
اور اللہ سے ڈرنا اس کو چھوڑ نہیں اور تم اس  
بات کو اپنے دل میں چھپاتے تھے جسکو  
راخبر کار (اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تم اس  
معاہدے میں لوگوں سے ڈرتے تھے اور  
خدا اس کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے  
ڈرو۔ پھر جب زینب اس دعوت سے بے تعلق  
کر چکا (یعنی طلاق دے دی اور عدت کی  
مدت پوری ہو گئی تو ہم نے تمہارے ساتھ  
اس عورت کا نکاح کر دیا تاکہ دعوت عام مسلمانوں  
کے لئے پالک جیب اپنی بیبیوں سے بے تعلق  
ہو جائیں تو مسلمانوں کے لئے ان عورتوں کے

اپنی بیبی

نکاح کر لینے میں کسی طرح کی تنگی نہ رہے۔ اور خدا کا حکم تو ہو کر ہی رہے گا۔  
ان آیات میں ایک لفظ "وَجُنَّهَا" آیا ہے جو قابل غور ہے۔ اس میں شک  
نہیں کہ بہت سے مسلمان مصنفوں سے بھی اس میں کوتاہی ہوئی ہے کہ انہوں نے اس  
لفظ سے یہ سمجھا ہے کہ حضور کا یہ نکاح زمین پر نہیں ہوا تھا۔ بلکہ آسمان پر ہوا تھا اور بس۔  
حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ باقاعدہ نکاح ہوا۔ زینب کا بھائی ابواحمد اس کی طرف سے ولی  
بن کر شریک مجلس ہوا۔ چنانچہ تاریخ ابن ہشام کے الفاظ اس واقعہ کے متعلق یہ ہیں۔  
تزوج رسول الله صلى الله عليه  
وسلم زينب بنت جحش وزوجه اياها  
اخوها ابو احمد بن جحش واصدقها  
رسول الله صلى الله عليه وسلم اربع

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب  
بنت جحش کے ساتھ نکاح کیا اور اس  
کے بھائی ابواحمد نے اس کی وکالت کی  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب

مائتہ درہم۔ کو چار سو درہم مہر دیا۔

(ص ۲۲۲ بر حاشیہ زاد المعاد مصری)

پس اس شہادت واقعہ کو ملحوظ رکھ کر آیت (زوجنکھا) کے یہ معنی ہوئے کہ تم خدا نے تجھے (اسے نبی) اس (زینب) کے نکاح کی اجازت دی تاکہ قبیح رسم متبہنی کی اصلاح ہو سکے۔

بعض روایتوں میں اتنا ہے کہ حضرت زینب فخر کرتی تھیں کہ میرا نکاح آسمان پر ہوا ہے۔ اس کے معنی بھی یہی ہیں۔ فخر یہ تھا کہ خاص ذکر کر کے نکاح کی اجازت بالفاظ قرآن کسی دوسری بیوی کو نہیں ہوئی۔ چنانچہ حضور نے زینب کے نکاح کا ولیمہ وغیرہ رسوم نکاح جو ادا کیں ان کا ثبوت کثرت سے روایات میں ملتا ہے۔ پس واقعہ اتنا ہے کہ اس رقم قبیح (متبہنی مثل اولاد ہونے) کو مٹانے کی غرض سے یہ مثال قائم کی گئی۔ چنانچہ خود قرآن مجید میں اس کی حکمت ان لفظوں میں بیان کی گئی ہے۔

نکاح کی اجازت آپ کو اس لیے دی گئی ہے کہ مسلمانوں پر ان کے بے پالکوں کی بیویوں سے نکاح میں کوئی رکاوٹ نہ ہو جب وہ بے پالک ان بیویوں سے اپنا تعلق قطع کر لیں۔

لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَى  
الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي  
أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا  
قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا

یعنی اگر ایسا اتفاق پیدا ہو جائے تو نکاح حرام نہ جائیں۔ اس حکمت اور مصلحت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسلمان اپنے متبہنی کی بیوی سے (جب و طلاق دے دے) نکاح کر سکتا ہے تو کیا وہ مسلمان یہ کہنے کا مجاز ہے کہ اس عورت (بے پالک) کی بیوی سے میرا نکاح آسمان پر ہو چکا ہے (نہیں) اہرگز کوئی مسلمان اس کا حوصلہ نہیں کر سکتا نہ کوئی مفتی اس کا فتویٰ دے سکتا ہے بلکہ یہی فتویٰ ہے کہ بعد انقضای عدت کے باقاعدہ نکاح کرے۔

ہاں ہم ماننے ہیں کہ بعض تفسیروں میں یہ قصہ بول آیا ہے کہ:

حضور نے زینب کو دیکھا تو اس کے حسن کی وجہ سے پیاری معلوم ہوئی بلکہ آپ کے دل میں گھر گر گئی۔ زینب نے یہ ذکر اپنے خاوند زید سے کیا تو اس نے ناپسند کیا کہ ایسی عورت کو میں اپنی بیوی بناؤں۔ جن سے آنحضرت کو محبت ہو۔

ہمیں تسلیم ہے کہ یہ روایت بعض تفسیروں میں ہے مگر ساتھ اس کے اس کی تردید بھی ہے۔ چنانچہ تفسیر خازن وغیرہ میں اس روایت کے متعلق یہ الفاظ ہیں:-

ایسا کہنا کہ آنحضرت زینب کو دیکھ کر مخلو

المحبت ہو گئے اس قائل کی طرف سے

اس کی عام معرفت کی وجہ سے نبوت پر سخت

حملہ کیا ہے کس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ زینب

کو دیکھا اور آپ کو پسند آئی۔ حالانکہ وہ

حضور کی پھوپھی زاد تھی ہمیشہ حضور اس کو دیکھا

کرتے تھے اور عورتیں آنحضرت سے پردہ نہیں

کرتی تھیں پردہ کا حکم زینب کے ولیمہ کے

بعد نازل ہوا تھا حضور نے خود اس کا نکاح

زید سے کیا تھا پس ایسے بیہودہ الزام سے اس

سے کہ حضور زید کو زینب کے رکھنے کا حکم کرتے

تھے اور دل میں اس کی طلاق چاہتے تھے حضور

کی بریت میں شک نہیں ہو سکتا۔ یہ قول بعض

مفسرین سے منقول ہے۔

هذا اقدام عظیم من

قائله وقله معرفته بحق

النبي صلى الله عليه وسلم

وبفضله وكيف يقال،

راها فاعجبته وهي بنت

عمته ولم يزل يراها

منذ ولدت ولا كان

النساء محتجبين منه صلى

الله عليه وسلم وهو

زوجها لذيد فلا يشك

في تنزيه النبي صلى الله عليه

وسلم ان يا مريدا

بساكها وهو يجب تطلقه

ايها كما ذكر عن جماعة من

المفسرين - (تفسیر خازن مطبوعہ مطبعہ دارالعلوم دہلی ص ۱۲۶)

پنڈت کالی چرن کی دیانت اور امانت | یہ وہی پنڈت جی ہیں جن کا ذکر شروع سے آ رہا ہے کہ انہوں

نے بھی حضور علیہ السلام کی زندگی کے حالات میں ایک کتاب بزبان ہندی دنا گری!



لکھی ہے جس کا نام ہے ”وچتر جیون“ آپ نے وہی روش اختیار کی ہے جو عام طور پر آریہ سماجی مصنفوں خصوصاً تریوید اسلام میں عیسائیوں کے مقلدوں کی ہے کہ بغیر دیکھے اصل کتاب کے اور بغیر سمجھے اصل مضمون کے اپنے لفظوں میں واقعات بنا کر مخلوق خدا کو دھوکہ دے کر سچے دین اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام سے منحرف کرتے ہیں۔

آریہ سماج کی شکایت

کی ہو لیکن ہمیں جو بڑی شکایت ہے وہ ان کی بے انصافی کی ہے۔ جو تعصب پر مبنی ہے

خدا گواہ ہے

میں اپنی ذات سے کہتا ہوں۔ اسلام پر اعتراض سننے سے میں کبھی نہیں گھبراتا نہ ناراض ہوتا ہوں نہ شکایت کرتا ہوں۔ کیونکہ قرآن مجید کو میں ایک بڑی اعلیٰ درجہ کی مناظرہ کی کتاب پاتا ہوں جبکہ وہ بڑی فراخ دلی سے مخالفوں کے اعتراض ستقا اور جواب دیتا ہے تو پھر مجھے ان کے اعتراضوں سے کیوں رنج یا لال ہو مجھے شکایت سے تو یہ ہے کہ مخالفین اسلام خصوصاً آریہ سماجی تقلید سوامی ویاتنہا اصل مفہوم سمجھنے سے پہلے قرآنی اور حدیثی الفاظ میں اپنا مفہوم داخل کر کے اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں۔ گزشتہ واقعات کے علاوہ ناظرین مندرجہ ذیل واقعہ سنیں، پنڈت کالی چرن اپنے رسالہ ”وچتر جیون“ میں حضرت ام المومنین زینبؓ کے نکاح کی بابت جو الہ کتاب ”مدارج النبوة“ اور ”روضۃ الاحباب“ لکھتے ہیں۔

”محمد صاحب ایک دن زید کے گھر گئے اور بیٹے (زید) کی بہو کو ایسے کپڑوں میں دیکھا کہ اس کا حسن نہ چھپ سکا، پیغمبر صاحب کی طبیعت نے جوش

لے لیا ہی اچھا ہوتا کہ بجائے بیٹے کے متنبے یا بے پالک لکھتے۔ مگر ایسا کہنے سے ان کا مقصود حاصل نہ ہوتا اور ناواقفوں کو فریب کیسے دیتے چنانچہ آریہ سماجیوں نے ہندی میں ایک ٹریکٹ شائع کیا جس کا نام ہی نہیں لفظوں میں ہے یعنی بیٹے کی بہو سے بیاد کس قدر غلط روی اور دروغ بیانی ہے کہ بے پالکوں کو بیٹا کہا جائے خاص کر اس قوم کے سامنے جو پابندی قانون قدرت اور مباحثی تعلیم مذہب ایسا کہنا جائز جانتی ہوں (داف بے ظلم) (منہ)

کھایا اور مزے میں چلا اٹھے، سبحان اللہ مقلب القلوب زینب نے  
یہ بات سنی ان سنی کر دی اور اپنے خاوند کو یہ بات بتائی (اس کے خاوند)  
زید نے زینب کو طلاق دے دی اور پھر حضرت نے اس سے شادی  
کر لی، (ص ۱۶۶)

ہم نے ان دونوں حوالوں کی تلاش پنڈت جی کی بتائی ہوئی کتابوں میں کی تو ان  
میں اس قصہ کا ذکر اس طرح نہیں پایا بلکہ پنڈت جی کی پوری تردید پائی۔ چنانچہ ان کتابوں  
کی اصل عبارت مع ترجمہ نذر ناظرین ہے۔

پنڈت جی نے دو کتابوں (مدارج النبوه اور روضۃ الاحباب) کا حوالہ دیا ہے  
ان میں سے پہلی کتاب (مدارج) میں خود روضۃ الاحباب کا حوالہ دے کر اس کی عبارت  
نقل کر دی ہے۔ اس لیے ہم بھی روضۃ الاحباب ہی سے نقل کرتے ہیں۔ مصنف روضۃ  
مذکور لکھتے ہیں۔

### اصل عبارت

نقلت کہ آل سرور زینب را برائے  
زید خواستگاری نمودہ، زینب پنداشت  
کہ برائے خود می خواہد آن خطبہ را قبول نمود  
و چوں دانست کہ خواستگاری برائے  
زید بودہ ابا کردہ و سر بازو، چہ زینب  
صاحب جمال و دختر عمہ آنحضرت  
در دے حدت و تندی بود، گفت یا  
رسول اللہ من زید را نمی خواهم چہرا کہ  
دے آزاد کردہ ایست و در اور زینب  
عبداللہ بن حبش دریں ابا با خواہر متفق  
بود۔

### ترجمہ

الروایت ہے کہ آنحضرت نے زینب کو زید  
کے لیے نکاح کا پیغام دیا ہے۔ زینب نے  
سمجھا کہ حضور نے اپنے لیے پیغام دیا ہے  
اس لیے اس نے پیغام قبول کر لیا مگر  
جب اسے معلوم ہوا کہ زید کے لیے پیغام  
ہے تو اس نے انکار کر دیا، کیونکہ زینب بڑی  
خوبصورت اور آنحضرت کی چھوٹی زاد تھی۔  
اس کی طبیعت میں ذرا تیزی بھی تھی اس لیے  
اس نے کہا کہ حضور میں آزاد شدہ غلام کے ساتھ  
نکاح کرنا پسند نہیں کرتی اس انکار میں زینب  
کا بھائی بھی شریک تھا۔

در روایتے آنکہ زینب گفت :-  
 یا رسول اللہ! تحقیق کہ خاطرت میخو اہد کہ  
 زید شو بہر من باشد فرمود آرسے گفت  
 چنینست من نافرمانی رسول خدا تمی  
 خواہم این خطبہ را قبول کروم پس حضرت  
 وسے را بزنی بزید داد و باسم سرورہ وینار  
 در سرخ و شصت درہم و مقنعہ چادری  
 و پیراہنے و پنجاہ مدگندم وی صاع خرما  
 برائے زینب فرستاد و مدت یکسال  
 یا بیشتر زینب با زید بود۔ القصہ بعد از  
 تزویج ایشان حق تعالی بعبیر خویش را اعلام  
 کرد کہ در علم قدیم ما چنین مقرر شدہ کہ زینب  
 داخل زمان تو گردد۔ پس میان زید و زینب  
 ناسازگاری پیدا شد چنانچہ میاں بعض  
 ازواج می باشد تا بغایتے کہ زید بتنگ  
 آمد و بہ نزد آں سرور رفت و از زینب شکایت  
 کرد و گفت یا رسول اللہ! میخو اہم کہ زینب  
 را طلاق دہم کہ با من بسیار تند خوئی می کند و  
 زبانش بر من دراز گشتہ حضرت فرمود زن خود  
 را نکاہدار و از خدا ترس فاما چون از حق تعالی  
 معلوم کردہ بود کہ زینب داخل زوجات وسے  
 خواہد بود خاطر مبارکش میخواست کہ زید  
 وسے را طلاق دہد لکن شرم داشت کہ

ایک روایت میں ہے کہ زینب نے کہا  
 کہ یہ امر آپ کے من پسند ہے کہ زید میرا خاوند  
 ہو، حضور نے فرمایا ہاں! زینب نے کہا  
 جب ایسی بات ہے تو میں بھی اللہ کے رسول  
 کی بے فرمانی نہیں کرتی۔ لہذا مجھے بھی یہ بیجا  
 منظور ہے۔ پس حضور نے زینب کو زید سے  
 بیاہ دیا۔ بعد نکاح کے اللہ تعالیٰ نے حضور  
 کو بذریعہ کشف اطلاع دی کہ ہمارے  
 علم میں یہ بات مقدر ہے کہ زینب آپ کی  
 بیوی ہوگی۔ اس کے بعد واقعی طور پر میاں  
 بیوی (زید اور زینب) میں کچھ سو مزاجی پیدا  
 گئی۔ یہاں تک کہ زید تنگ آگیا اور حضور کی  
 خدمت میں حاضر ہو کر بولا۔

حضور میں ارادہ کہ چکا ہوں کہ زینب  
 کو طلاق دے دوں، کیونکہ وہ میرے ساتھ  
 بہت بدسلوکی اور تند خوئی اور زبان درازی  
 کرتی ہے، حضور نے فرمایا اللہ سے ڈریں  
 چونکہ خدا کے علم میں تھا کہ زینب حضور کی  
 بیویوں میں داخل ہوگی۔ اس لیے حضور  
 کے دل میں آیا کہ زید اس کو طلاق دیدے  
 لیکن اس کو طلاق کا حکم دینے سے شرم آتی  
 تھی کہ لوگ کہیں گے کہ اپنے بے پالک بیٹے

اور امر کند بطلاق زینب و نیز ازاں می  
اندیشید کہ مردم گویند زن پسرخوانده خود را می  
خواهد و حال آنکہ در جاہلیت زن کے راکہ  
بہ پسری قبول کردہ بودند حرام می دانستند  
ہمچو زن پسری صلی خود۔

نقل ست کہ چوں عدت زینب  
منقضی شد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
زید را گفت برو زینب را برائے من خواستگاری  
نماد و حکمت و تخصیص زید باں کار تو اند بود  
کہ مردم کہاں نبردند کہ آن قصہ برسبیل  
قہر واقع شدہ و بے رضائے زید معلوم  
شود کہ در دل زید حبت زینب  
باقی نہ بودہ باں معنی خوشنود  
بود۔

کی پوی سے شادی کر لی ہے۔ حالانکہ  
عرب میں بزمانہ جاہلیت سے پاک کی پوی  
کو سگی بہو کی طرح جانتے تھے،  
ایک روایت میں ہے :-

زید کے طلاق دینے کے بعد جب  
زینب کی عدت پوری ہو گئی تو پیغمبر صاحب  
نے زید ہی کو زینب کے پاس اپنا پیغام  
نکاح دے کر بھیجا۔ خاص کر زید کو اس لیے  
یہ کام سپرد ہوا تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے  
کہ زینب کو طلاق دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کے جبر سے نہ ہوا تھا۔ حالانکہ زید راضی نہ تھا  
اور معلوم ہو جائے کہ زید کے دل میں زینب  
کی محبت نہ رہی تھی۔ اسی وجہ سے وہ  
یہ کار کرنے پر راضی نہ تھا۔

(عمرض اس کے بعد بطریق مذکورہ صفحہ ۷۷ کتاب ہذا نکاح ہو گیا)

کا منوط ہے۔ اس عبارت میں جو یہ ذکر ہے کہ حضور دل میں چاہتے تھے کہ زید طلاق  
دے یہ قائل کا اپنا خیال ہے۔ ورنہ دراصل صحیح بات جو قرینہ صحیحہ سے معلوم ہوتی ہے۔  
یہ ہے کہ حضور کے دل میں یہ تھا کہ میرے ہی زور دینے سے زینب نے زید سے نکاح  
کرنا منظور کیا تھا۔ اب زید کے طلاق دینے سے جو تکلیف زینب کو ہوگی اس کی ذمہ داری  
مجھ پر عائد ہوگی۔ اس لیے اگر زید طلاق دینے سے باز نہ آتا تو اس کی تلافی میں یوں کر دل  
کہ زینب کے ساتھ خود نکاح کر لوں گا، لیکن ایسا کرنے سے منکر رسم مانع تھی۔ قرآن مجید  
کی آیت وَتَخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ یہی مضمون بتا رہی ہے۔ جو  
ہم نے بتایا ہے۔

صحابی متروا عبارت مرقومہ کو غور سے پڑھو اور بتاؤ کہ پنڈت کالی چرن نے جو دعویٰ کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے زینب کو باریک لباس میں دیکھا جس سے دل تابو میں نہ رہا اور زینب نے زید سے یہ واقعہ ذکر کیا وغیرہ وغیرہ اس دعوے کا ثبوت اس عبارت منقولہ میں ہے؛ اگر ہے تو ہمیں اطلاع دو نہیں تو پنڈت جی سے پوچھو کہ آریہ دھرم کے مطابق جھوٹ بولنے اور لکھنے والا کس جوں میں جائے گا؟

ہاں تم صحابی مترواں سے ہم صرف یہ نویدن (عرض) کرتے ہیں کہ اپنے چولہے تھے اصول کو یاد کر کے اس پر عمل کرو۔ ورنہ عالم الغیب خدا انتریا می پر ماتا کے سامنے جوابدہی کے لیے تیار ہو جاؤ۔

عجب مزہ ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ  
وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لیے

یہ ہے کہ زینب کو دیکھنے یا اس کی محبت دل میں رکھنے اور چھپانے کا قصہ نہ تو حضور نے بتایا ہے، نہ کسی صحابہ سے روایت آئی ہے

**تحقیقی بات**

حالانکہ یہی وہ دو ذریعے حقیقت حال معلوم کرنے کے تھے۔ یہ روایت پچھلے لوگوں میں سے دو شخصوں سے آئی ہے جن کے نام ہیں محمد بن یحییٰ بن حبان اور ابن زید اور دونوں پچھلے طبقے کے ہیں جن کو اصل حال کا علم نہیں محض اپنے دل سے ایسی بات کہہ دی جو خود نبی سے یا کسی صحابی سے انہوں نے نہیں سنی تھی، لہذا بطریق اصول محدثین یہ بات سند نہیں ہو سکتی، اسی لیے علماء محققین نے اس کی تردید بڑی شرح و بسط سے لکھی ہے جو تفسیر خازن سے اور نقل ہوئی ہے۔

مختصر یہ ہے کہ متنبے کی رسم جس سے اہل عرب اور اہل ہند اصل معنی لے پالک کو بٹیا جاتے تھے۔ قانون قدرت کے صریح خلاف ہے۔ اس لیے دنیا کے ”مصلح اعظم“ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خدا نے اس کی اصلاح کرائی ہوگی جو لوگ اس رسم سے بھی زیادہ ناپسندیدہ رسوم کے قائل بلکہ پابند ہیں ان کے خلاف طبع

لہ آریوں کا جو تھا اصل ہے کہ سچ کو ماننے اور جھوٹ کو چھڑانے کے لیے ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔

ہوئی۔

اس رسم سے بدترین رسم وہ ہے جس کا نام نیوگ ہے جس کی صورتیں دو ہیں :-  
 (۱) کوئی مرد اپنے میں قوت مردانگی نہ پائے تو اپنی استری (بیوی) کو اجازت دے کہ تو کسی اور سے بچہ پیدا کرے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی مرد اولاد مر جائے تو اس کی بیوہ عورت کسی جوان سے نیوگ کر کے اولاد پیدا کرے اس اولاد کی بابت آریوں کے گرد سوامی دیا تہ لکھتے ہیں "لڑکے ویرج داتا نطفہ واے باپ" کے نہ بیٹے کہلاتے ہیں نہ اس کا گوتر ہوتا ہے اور نہ اس کا اختیار ان لڑکوں پر رہتا ہے، بلکہ وہ متوفی خاوند جس سے ان کو نطفہ کا تعلق نہیں اس کے بیٹے کہلاتے ہیں اس کا گوتر رہتا ہے اور اسی کی جائیداد کے وارث ہو کر اسی کے گھر میں رہتے ہیں۔"

دستیار تھڑ پر کاش باب نمبر ۱۱۱

ماشاء اللہ کیا ہی نچرل تعلیم ہے بیچ کسی کا اور پھل کسی کو!  
 سمٹا جیو! نیم ودھرم سے کہنا، یہی تعلیم ہے جس کی بابت تم کہا کرتے ہو کہ جہاں  
 سانس جائے گا وہیں کھنڈا وہاں پہلے لہرائے گا۔

چونکہ آریہ سماجی اس قسم کی ناپسندیدہ رسم کے پابند ہیں اس لیے ان کو یہ سخت  
 ناگوار ہوا کہ رسم متنبی کی مخالفت کیوں کی گئی۔ چنانچہ رینگلے مہاشہ نے نکاح زینت کے  
 متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ قابلِ دید و شنید ہے۔ ناظرین ہماری مرقومہ بالا تقریر کو ملحوظ رکھ کر  
 رینگلے مہاشہ کی سنیے، جس کے الفاظ یہ ہیں :-

"ایک دن محمد زید کی عدم موجودگی میں اس کے گھر جا نکلا۔ حلین کے  
 پیچھے زینب بیٹھی تھی۔ اس نے رسول کی آواز سنی تو بلدی سے اسے اندر  
 لانے کا اہتمام کرنے لگی، محمد کی نگاہ اس کے حسن بے حجاب پر پڑی۔ وہ  
 بجلی سی گری منہ سے نکلا، سبحان اللہ! تو کیسی خوبصورتی کی صنعت کرتا ہے  
 زینب نے یہ لفظ سن لیے اور دل ہی دل میں پیغمبر کے دل پر قابو پا جانے

کی خوشیاں منانے لگی۔ زید سے شاید اس کی نہ بنتی تھی۔ لاکھ محمد کا تہنی  
ہو، آخر غلام تھا اور یہ خالص قریش، زید آیا تو اس سے زینب نے اس بڑے  
کا ذکر کیا، محمد سے عقیدت سمجھو یا شاید اس کا دل پہلے سے ہی زینب سے  
کھٹا ہو، دوڑا دوڑا محمد کے پاس گیا اور اپنی بیوی کو جس پر اب محمد کا دل آچکا  
تھا۔ طلاق دینے کی آمادگی ظاہر کی۔ محمد نے روکا اور کہا آپس میں خوشی خوشی  
گزارہ کرو۔ لیکن زید کو اس بیوی کا خاوند بننے سے حاصل؛ جو دل  
دوسرے کو دے چکی ہے؛ اس نے زینب کو طلاق دے ہی دیا۔  
اب زینب محمد کے گرو ہوئی کہ مجھے اپنی خدمت گاروں میں لیجیے۔ محمد  
کو پس و پیش کہ خواہ مخواہ بدنامی ہوگی۔ آخر حوی نے مشکل حل کر دی اور سوڑ  
اتری: "خدا نے انسانوں کو دودل نہیں دیئے..... نہ تمہارے گود لیے  
بیٹے اپنے بنا دیئے ہیں جو تم کہتے ہو۔ یہ تمہارے منہ سے نکلتا ہے۔ مگر  
اللہ حقیقت سے واقف ہے وہ راہ راست دکھاتا ہے، تمہارے  
متبنوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے باپ کے نام سے مشہور ہوں اور جب تو  
نے ایک ایسے بندے سے جس پر اللہ کا فضل بھی ہے اور تیرا بھی فضل ہے  
کہا کہ تو اپنی بیوی اپنے پاس رکھ اور اللہ کا خوف کر اور تو نے اپنی چھاتی  
میں چھپایا، جو اللہ کی مرضی تھی کہ ظاہر ہو اور تو انسان سے ڈرا، حالانکہ  
اللہ زیادہ قابل ہے ڈرنے کے، اور جب زید نے طلاق کی رسم پوری  
کر دی، ہم نے تجھے اس سے بیاہ دیا تاکہ مومنوں کو اس کے اپنے متبنوں  
کی بیویوں سے شادی کرنا برا نہ ہو، بشرطیکہ ان کی طلاق کی رسم پوری ہو  
چکی ہو۔ اور اللہ کا حکم ضرور پورا ہوگا، محمد تم میں سے کسی کا باپ نہیں۔ وہ  
اللہ کا رسول ہے اور خاتم المرسلین ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے"

دسورۃ التزاب رکوع ۱۵

یہ الفاظ ہم نے اس لیے نقل کیے کہ محمد کے دل کی حالت کا پتہ ناظر کو لگ

سکے ترتیب کی زیارت کے بعد محمدؐ نے جھوٹ موت کا تامل ظاہر کیا  
 ورتہ دل میں عشق کی آگ اپنا اثر کر چکی تھی اور دم بدم بھڑک رہی تھی۔ وحی ہوتی  
 گئی اور محمدؐ نے فوراً ترتیب کے پاس پیغام بھیجا، کہ پریماتما نے تجھے مجھ  
 سے ملا دیا۔ پھر تو نکاح کی ضرورت نہ رہی۔ جہاں اللہ دل ملا دے وہاں  
 قاضیوں اور نکاح خوانوں کا بیچ میں پڑنا اس پاک عقد کا مخل نہیں تو اور  
 کیا ہے؟ عوام کی تشفی کرنا لازم تھا۔ سو کہہ دیا، اللہ نے نکاح پڑھا ہے  
 اور جبرائیل گواہ ہیں اور ان دو شرطوں کے علاوہ نکاح کی اور شرط بھی  
 کیا ہے؟

”رنگیلے رسول کا یہ رنگ نہایت عجیب ہے، بیٹا بیٹا نہ رہا۔ یہو ہونہ رہی۔“  
 (صفحہ ۲۱ تا ۲۲)

**جواب** مخالف کی اس ساری تقریر کا جواب ہم پہلے ہی دے چکے ہیں ناظرین  
 بغور دیکھیں اور اس کا اپنا اعتراف دو بارہ پڑھیں جو یہ ہے:-  
 ”آریہ شاستروں میں خانہ داری کی مبعاد بچپن برس مقرر ہے۔ یہ معیاد  
 محمدؐ نے نہایت پاکیزگی سے بسر کی اس لیے ہم اسے آریہ خانہ دار کہہ سکتے  
 ہیں۔“ (صفحہ ۱۵)

سماجی سمجھوتہ انصاف کر دو جو شخص پچاس برس کی عمر تک ایسا پاکیزہ اخلاق  
 رہا، جو جس کی پاکیزگی پر تم بھی فخر کرو تو وہی تمہارا آریہ خانہ دار (پچاس سے اوپر ۱۵۸)  
 برسوں کی عمر کو پہنچے تو نفسانی جذبات سے مقہور ہو جائے؟ ”ایں چہ بوالعجبی است۔“  
**اصل بات** وہی ہے جو ہم نے بتائی ہے کہ ملک میں ایک تبلیغ رسم خلاف  
 منشاء قانون قدرت جاری تھی۔ یعنی دوسرے کے بیٹے کو اپنا  
 بیٹا بنانے اور کہنے کی اس رسم بد کی اصلاح کے لیے خدا نے اپنے نبی کو منور فرمایا چونکہ

۱۔ محض جھوٹ (مصنف)، نکاح کا پیغام دیا اور باقاعدہ نکاح ہوا۔ دیکھو صفحہ ۱۵ کا کتاب ہذا  
 ۲۔ محض جھوٹ کہتے ہو۔ (مصنف)



آریوں میں بھی وہی بلکہ اس سے بھی قبیح تر رسم رائج ہے اس لیے وہ اس نکاح پر معترض ہوتے ہیں اور حضور علیہ السلام کی شان میں طرح طرح کی گستاخی کے الفاظ زبان اور قلم سے نکالتے ہیں۔ حالانکہ بات اصل یہ ہے کہ وہ انہوں نے خود غرض شکلیں کبھی دیکھی نہیں شاید وہ جب آئینہ دیکھیں گے تو ہم ان کو بتادیں گے

**تنقیح طلب امر** حضرت زینب کے نکاح میں بحث طلب امر صرف ایک ہے وہ یہ کہ منہ بولا بیٹا قدرتی بیٹا ہو سکتا ہے؟ اہل اسلام اس کے منکر ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ بیٹے باپ کا تعلق قدرتی ہے۔ اسی لیے بچہ باپ کا بیٹا تو کہلاتا ہے۔ مگر چچا کا بیٹا نہیں کہلاتا۔ نہ بیٹے کی طرح چچا کا وارث ہوتا ہے برخلاف اس کے آریہ اور دیگر مخالفین اسلام خلاف قانون قدرت اس کو بیٹے کی طرح جانتے ہیں۔ دل میں نہیں تو اسلام کے مقابلہ میں محض اظہار مخالفت کرنے کو ایسا کرتے ہیں۔ اس لیے اہل انصاف کے سامنے ہم اس تنقیح کو پیش کر کے دریافت کرتے ہیں۔ کہ کہیں ایسا ہوا ہے کہ مصنوعی گلاب قدرتی گلاب کی طرح فرحت بخش ہو سکے؟ اگر نہیں تو رنگیلے مہاشہ کا یہ کہنا کیسا دھوکہ بلکہ فریب ہے کہ ”بیٹا بیٹا نہ رہا۔ بہو بہو نہ رہی۔“

ہاں یوں کہنا چاہیے تھا کہ قدرتی اور بناوٹی بیٹے ادراصلی اور نقلی بہو میں فرق ہو گیا۔ کیا سچ ہے؟

بس اور ہے گا عشق و ہوس میں بھی امتیاز  
آیا اب مزاج ترا استحسان پر !!

مصطفیٰ

## بہتان نئے رنگ میں

(حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا)

رنگیلے مہاشہ | کی پختہ عادت ہے کہ اپنے ولی خیالات کو واقعات کی شکل میں پیش کرتا ہے جو ایک دیاندار مصنف سے بہت دور ہے ہم نے اس کے رسالہ میں کئی ایک جگہ ایسا دیکھا چنانچہ مندرجہ ذیل الفاظ اس کے اسی قسم کے ہیں۔ لکھتا ہے۔

”ہجرت کے بعد محمد کو یہودیوں سے طرح طرح کی امیدیں تھیں۔ اس نے ان سے دوستی کا رشتہ گانٹھا۔ ان کے مذہب کی تعریف کی اور اپنے مذہب کی تعریف کی، اور اپنے مذہب کی حقانیت کا ٹریفکٹ بھی انہیں سے حاصل کیا۔ بعد میں جب اس کے پیروؤں کی تعداد بڑھ گئی تو وہی یہود محمد کے لیے بدظنی کا باعث ہوئے۔ خار بن کر اس کی آنکھوں میں کھٹکنے لگے۔ ایک دن آیا جب ان کا محاصرہ کیا گیا اور جب وہ معافی کے طلب کار ہوئے تو فیصلہ ہوا کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ سینکڑوں یہودی ان کی آن میں تلوار کی گھاٹ اتر گئے ایک عورت کو بھی اس کی اپنی استدعا پر قتل کیا گیا۔“ (صفحہ ۳۷)

ناظرین! اتنے بڑے دل آزار اور ہتک آمیز ذل شکن دعوے کا حوالہ کسی معتبر اسلامی تاریخ سے نہیں دیا۔ اس لیے اس کا اصل جواب وہی تھا جو ان کے گرو سوامی دیاندار الیشیا کے استاد الاغلاق شیخ سعدی مرحوم نے سکھا ہے کہ ہ

جواب جا ہلال باشد خموشی

لیکن ہم اسی جواب پر کفایت نہیں کرتے بلکہ اس کو کھول کر بتاتے ہیں۔ پیغمبر اسلام علیہ السلام نے یہودیوں کے مذہب کی کبھی تعریف نہیں کی۔

نہ قرآن میں نہ حدیث میں نہ ان سے کوئی خیر کی امید رکھی بلکہ قرآن مجید میں صاف صاف اعلان ہے کہ یہودی مسلمانوں کے سخت ترین دشمن ہیں۔ غور سے پڑھیے۔

وَلَيَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ  
أَشْرَكُوا (پ)

ترجمہ: تم یہود اور مشرکین کو مسلمانوں کے حق میں سخت ترین دشمن پاؤ گے! یہ ہے مہاشہ کی پہلی کذب بیانی۔

ہال آریوں کے گرو | سوامی دیانند نے ایسا کام کیا تھا کہ پہلے پہل ستیا رتھ پرکاش میں ہندوؤں کو گانٹھنے کے لیے ان کی رسم شرادھ وغیرہ کو جائز بتایا ملاحظہ ہو ستیا رتھ پرکاش مطبوعہ ۱۸۷۵ء اس کے بعد جب آریوں کی تعداد کچھ نظر آنے لگی تو اس رسم کی سخت ترین تردید کر دی۔ غالباً مہاشہ کو شیشہ میں اپنا چہرہ نظر آیا ہوگا۔

محاصرہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام جب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ تو یہود ان مدینہ سے باہمی امداد کا معاہدہ ہوا تھا۔ ہجرت کے چوتھے سال مشہور جنگ خندق کے موقع پر مشرکین مکہ نے جب مسلمانوں پر چڑھائی کی تو مدینہ کے یہودیوں کی دونوں قومیں بد عہدی کر کے ان سے مل گئیں۔ چنانچہ اس کے متعلق مورخ ابن خلدون کے الفاظ یہ ہیں:-

کان بنو قریظۃ معاہدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتاہم حتی فاغراہم فنتقضوا العہد ومالوامع الأحزاب۔

یہود نبی قرینہ آنحضرت کے ہم عہد تھے ان کے پاس ایک قبیلہ آیا اس نے ان کو بے پایا تو انہوں نے وعدہ توڑ دیا۔ اور مخالفانہ جماعت میں مل گئے۔

(بقیہ جزو ثانی صفحہ ۲۹)

مورخ ابوالفداء کے الفاظ یہ ہیں:-

کان بنو قریظہ قد عاہدوا للنبی قبیلہ بنو قریظہ (یہود) نے حضور کے ساتھ

صلی اللہ علیہ وسلم فسا زال علیہم معاہدہ کر رکھا تھا۔ پھر انہوں نے وعدہ  
اصحابہم من الیہود حتیٰ نقضوا خلاقی کی اور جنگِ احزاب میں مخالف جماعتوں  
العہد و صاروا مع الاحزاب (ص ۱۲۵) کے ساتھ مل گئے۔

اس غدراور بد عہدی اور مخالفتِ جنگ کی سزا میں حضور علیہ السلام نے ان بد  
عہدوں کا محاصرہ کیا اور خود ان کی درخواست سے سعد بن معاذ حکم مقرر ہوئے۔ جنہوں نے  
فیصلہ دیا کہ ان بد عہدوں میں جو لڑنے کے قابل ہیں وہ قتل کیے جائیں اور زن و بچوں کو  
لوٹ می غلام بنایا جائے۔ جس عورت کے قتل کا ذکر ماٹھانے کیا ہے اس کا نام بنا نہ تھا  
جرم اس کا یہ تھا کہ اس نے خلا دین سوید صحابی پر مکان پر سے چکی کا پاٹ دیکھ کر اوسے  
مارا تھا جس سے وہ مر گیا تھا۔ ابن خلدون تتمہ جزو ثانی صفحہ ۲۲) اس کی خواہش پر اس کو  
قتل نہیں کیا بلکہ خون کے بدلہ میں قتل ہوئی۔

ہاں ریحانہ رضی اللہ عنہا کی بابت ماٹھانے کو بہت رحم آیا ہے۔ مگر افسوس کہ اس  
کی اصلیت بھی چھپا کر۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ایک معزز خاندان کی لڑکی تھی۔ حضور  
کے حصہ خاص میں لوٹ می ہو کر آئی تھی۔ حضور نے اس کی عزت افزائی کرنے کو فرمایا  
میں تجھے آزاد کر کے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا میں حضور کی لوٹ می رہنا پسند  
کرتی ہوں۔ چنانچہ وہ لوٹ می ہی رہی۔ (تاریخ ابن اثیر کامل جلد ۲ صفحہ ۸۹)

ناظرین! یہ ہے وہ واقعہ جو مخالف نے بالکل الٹ پلٹ کر اپنے مطلب  
کا بنا کر پیش کیا تاکہ سوامی دیانتد کے قول کی تصدیق ہو کہ :-

” مذہب کے تعصب میں پھنسے ہوئے عقل کو زائل کرنے والے متکلم کے

خلاف مشار کلام کے معنی کیا کرتے ہیں“ (دیباچہ ستیارتھ پرکاش ص ۷)

ہاں یہ خوب کہا کہ یہودیوں سے سرٹیفکیٹ لیا، مہربانی کر کے اس سرٹیفکیٹ کی  
عبارت تو ذرہ نقل کی ہوتی۔

سماجیو! جھوٹ بولنا، جھوٹ پھیلا کر ملک میں فساد مچانا کہو جی کونسا دھرم ہے؟  
آگے چلیئے۔ ماٹھانے جی لکھتے ہیں۔

بہنی مصطلق کی معصوم میں دیگر مال و اسباب کے ساتھ جوڑیہ نامی ایک  
 یہود عورت ہاتھ آئی اس کی قیمت اس کے فاتحوں نے زیادہ لگائی اور  
 محمد کے پاس فریاد لگئی محمد نے قیمت گھٹانے کی بجائے وہ پہلی قیمت  
 خود ادا کر دی اور اسے اپنی زوجیت میں قبول فرمایا۔ (ص ۱۲)

اس واقعہ کی اصلیت بھی مشائخ نے مخفی رکھی یا اسے خود خبر نہیں۔ اصل یہ  
 ہے کہ آج کل کے جتنے مشائخ مصنف اسلام کے برخلاف لکھتے ہیں ان کا مبلغ علم  
 پنڈت لکھرام اور عیسائی پادریوں کی تصنیفات تواریخ محمدی، تکذیب براہین احمدیہ  
 وغیرہ ہیں۔ اس لیے یہ بچا رہے خود بھی گمراہ ہوئے ہیں اور اپنی قوم اور ناظرین کو بھی  
 گمراہ کرتے ہیں:-

صَلُّوْا وَاَصَلُّوْا كَثِيْرًا.

اگر اس واقعہ کی تفصیل کا ان کو علم ہوتا۔ ساتھ ہی اس کے انصاف بھی ہوتا تو  
 حضور علیہ السلام کی غریب پروری کی داد دیتے۔ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ  
 عَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اٰجَمِيْنَ۔

سنیے! اصل قصہ تو یوں ہے کہ بنی مصطلق کی لڑائی میں جوڑیہ قید ہو کر  
 آئی جو ثابت بن قیس کے حصے میں آئی اس نے اس سے کتابت کی۔ کتابت کی رقم  
 ادا کرنے میں ادا مانگنے کو حضور کی خدمت میں آئی چونکہ وہ فریق مخالف کے  
 سپہ سالار کی بیٹی تھی۔ اس لیے حضور نے فرمایا کتابت میں مدد دینے سے بھی اچھی بات  
 تم کو بتاؤں؟ اس نے عرض کیا ارشاد۔ فرمایا میں تجھ سے نکاح کر لوں؟ اس نے بڑی  
 خوشی سے ہاں کر لی۔ حضور نے جیب اس سے نکاح کیا تو مسلمان فوج میں یہ خبر بجلی  
 کی طرح پھیل گئی۔ فوج نے کہا:-

ہیں؟ بنی مصطلق سے حضور نے سسرال کا رشتہ کر لیا تو ہم ان کے قیدیوں کو

سہ مالک نظام یا لونڈی سے اقرار کرے کہ تو اتنی رقم ادا کر دے تو میں تجھے کو آزاد کر دوں۔ اس کو

اسلامی اصطلاح میں کتابت کہتے ہیں۔ ۱۲۰

لوٹدی غلام بنا کر رکھیں۔ چنانچہ اس نکاح نبوی کا اثر جو ہوا وہ مورخ ابوالفداء کے لفظوں میں درج ہے:-

فادی عنہا رسول اللہ کتابتھا و تزوجھا فقال الناس اصهار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعتق بتزوجه ایاہا مائة اهل بیت من بنی المصطلق فکانت عظیمۃ البرکت علی قومہا۔  
ابوالفداء جلد اول صفحہ ۱۳۷۔ ابن خلدون جلد اول صفحہ ۹۲، ۹۱۔

یعنی حضور علیہ السلام نے جویریہ کی طرف سے اس کی رقم کتابت ادا کی اور اس سے نکاح کر لیا صحابہ نے کہا۔ اب تو یہ لوگ حضور کے سرال بن گئے۔ پس حضور کے اس نکاح کرنے سے بنی مصطلق کے ایک سو گھرانے جو مسلمانوں کے غلام بن چکے تھے آزاد ہو گئے پس یہ عورت جویریہ کی قوم کے حق میں بڑی برکت والی ثابت ہوئی۔

ناظرین! کیا یہ قصہ حضور کی کمال مہربانی کا ثبوت ہے یا بے سروقی کا۔  
آہ! شیخ سعدی مرحوم نے سچ کہا ہے۔  
گل است سعدی دور چشم و دشمنال خال است

## حضرت ام المومنین صفیہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

مہاشہ مخالف نے حضرت صفیہ کی بابت لکھا ہے۔  
”خیبر بھی یہودیوں کی ایک بستی تھی اس پر محمد نے چھاپہ مارا اور فتح کر لیا اس بستی کا سردار کنعان مارا گیا اور اس کی بیوی ہاتھ آئی۔ محمد نے اس سے بھی نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ وہ راضی ہو گئی۔ اب مدینے واپس جانے تک کی تاب کے؟ مٹی کے ڈھیر لگا لگا کر دسترخوان بنائے گئے اور ان

پر کھجوروں، مکھن اور دہی کی دعوت کی گئی۔ نئی دہن کو سنوارا گیا اور محمدؐ سے  
خلوت میں لے گئے۔ عقیدت مندوں نے احتیاطاً رسول کے خیمہ کا  
پہرہ دیا کہ کہیں بے دین عورت اپنے خاوند کے قتل کا بدلہ نہ چکائے  
مگر یہ احتیاط غیر ضروری ثابت ہوئی۔ (اصح ۳۸)

اپنی معمولی عادت سے مماثلہ نے اصل واقعہ کو چھپا کر بلکہ توڑ مروڑ کر ظاہر  
کیا ہے کمال جبرارت یہ ہے کہ حسب عادت حوالہ کسی کتاب کا نہیں دیا ہم اصلیت بتاتے  
ہیں اور معتبر مورخ "ابن خلدون" کے الفاظ سامنے رکھتے ہیں۔

✓ اصل واقعہ یہ ہے کہ خیر کی جنگ میں ان کے سردار کنانہ کی بیوی صفیہ لونڈی  
ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں جو تقسیم ایک صحابی کے ہاتھ پہنچیں۔ رپورٹ ہوئی  
کہ حضورؐ وہ بڑے سردار کی بیوی ہے۔ حضور نے اس سے اسے خرید کر آزاد فرمایا۔ جب  
اس کی عدت پوری ہو گئی تو اس کی مرضی سے اس کی عزت افزائی کرنے کو آپ نے  
نکاح کر لیا۔ مورخ ابن خلدون کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں :-

|                                      |                                           |
|--------------------------------------|-------------------------------------------|
| واصبت منہم سبایا کانت                | بہت سے قیدی آئے ان میں صفیہ تھی           |
| منہن عرو ساعند کانہ بن الزبیر بن ابی | جو کنانہ کی بیوی تھی۔ پس وہ حضور نے جب    |
| الحقیق فوہبھا علیہ السلام للذیة      | صحابی کو بخش دی پھر اس کو اس سے خرید لیا  |
| ثروا بتاعھا منہ بسبعة اروس           | اور اس کو بیوی اتم سلمہ کے پاس رکھا۔ یہاں |
| ووضعھا عند ام سلمة حتی اعدت          | تک کہ اس کی عدت پوری ہو گئی۔ پھر حضورؐ    |
| واملت ثروا تعلقھا وتزوجھا            | نے اسے آزاد فرمایا اور نکاح کیا۔          |

(صفحہ ۲۹ تہم جز ثانی)

اللہ سے کس قدر عزت افزائی ہے ایک عورت کی جو حسب قانون جنگ  
لونڈی بن کر معمولی سپاہی کے حصے میں آئے اور حکم ہندو و عہرم شائستہ اس سپاہی  
کے پاس رہنے پر مجبور ہو۔ اس کو بادشاہ وقت بلکہ سردار دو جہاں ازارہ مرہائی آزاد کر

سے منور تھا۔ باب، فقرہ ہر

کے اپنے نکاح میں لائے۔ مگر دشمن بات کرے اُن ہونی۔ ان کو کون سمجھائے  
جن کو خدا کا خوف نہ ہو۔ عقیدت مندوں کے پہرہ دینے اور خاوند کے قتل کا بدلہ  
لینے اور پیشانی پر زخم وغیرہ کا ثبوت مخالف کے ذمہ ہے۔ جس کی بابت امید نہیں کہ  
وہ اس فرمن سے سبکدوش ہو سکے۔

=====

## حضرت ام المؤمنین ام حبیبہؓ

(رضی اللہ عنہا)

اس صحن میں رنگیلے مہاشہ نے چلتے چلتے ام حبیبہ کے نکاح کا بھی ذکر کیا مگر  
حسب عادت اخفا سے کام لیا ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

”خیبر سے مدینہ واپس آئے، پھر محمد نے ابوسفیان کی لڑکی ام حبیبہ کو شرف  
زوجیت بخشا۔ اس نکاح کی پخت و پز جیش میں خود شاہ جیش کی طرف  
سے ہوئی تھی۔“ (صفحہ ۳۹)

**جواب:**۔ اس نکاح کی حکمت تو خود لڑکی کے والد کے لفظوں میں ملتی ہے مہاشہ  
کی جانے بلا، اسے تو اعتراض کرنے سے مطلب ہے۔

سنیۃ اُمّ الخلفین کفار عرب میں ابوسفیان ایک بڑا سردار تھا۔ وہی جنگ خندق  
میں سردار فوج بن کر آیا تھا۔ یہ ام حبیبہ اس کی لڑکی تھی جو اپنے خاوند کے ساتھ ملک  
حبشہ میں گئی تھی۔ اس کا خاوند وہاں سر گیا۔ وہاں کے بادشاہ نے حضور علیہ السلام  
کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔ اس نکاح کی خبر سن کر ابوسفیان کے منہ سے بیباختہ  
نکلا۔

اس بہادر نبی کو کہیں بھی ناکامی نصیب

نہیں ہوتی۔“

ذک الفحل لا یقدم انفس

(تاریخ کمال ابن اثیر مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۱۰۲)



الوسفیان کا یہ ایک فقرہ حضور کی آئندہ سیاسی اور مذہبی کامیابیوں کے لیے  
پیشگوئی تھی جو بالکل پوری ہوئی۔ غلہ الحمد۔

=====

## حضرت ام المومنین مہمونتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

رنگیلے مہاشہ نے چلتے چلتے حضرت مہمونتہ کے نکاح کا بھی ذکر کیا ہے جس  
میں کوئی خاص بات قابل اعتراض نہیں بتائی۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

”مہمونتہ نام سے اس کے چچا عباس کی بیوہ ہو موجود تھی۔ اس کی عمر ۲۶

سال کی تھی اور وہ رشتہ میں بھی محمد کے نزدیک کی تھی اس لیے اپنے

چچا کے کہنے سننے پر محمد نے اسے اپنے حرم میں لے لیا۔ مدینہ کی

مسجد میں جہاں پہلے نوحجرے تھے اب دسواں تیار ہوا۔ (ص ۴۲)

ہاں معلوم ہوتا ہے کہ مہاشہ کے ذہن میں مسئلہ تعدد ازواج کا عدم جواز  
بیٹھا ہوا ہے۔ اس لیے ساری کاروائی اس پر متفرع  
کیے جاتا ہے۔ لہذا ہم بھی اس مسئلہ کا اخیر میں ذکر کریں کے انشاء اللہ۔



## حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا

ماریہ حضور علیہ السلام کی لونڈی دبانڈی تھی بیویوں کے علاوہ باندیاں رکھنے  
پر مہاشہ کو اعتراض ہے۔ چنانچہ اس کے چہتے ہوئے الفاظ یہ ہیں۔

لے مسجد میں نہ تھے بلکہ مسجد کے ارد گرد تھے

تاریخ کے متعلق محمد پر ایک تہمت لگائی جاتی ہے۔ لوندیاں رکھنا قرآن کریم کی رو سے جائز ہے، محمد کے گھر میں لوندیاں تھیں۔ ان پر نہ محمد کی بیویوں نے اعتراض کیا نہ محمد کے پیروؤں نے۔“ (ص ۱۷)

**جواب** بے شک آپ نے سچ کہا قرآن کی رو سے جائز اس زمانہ کے قانون ملکی کے رو سے بھی جائز ہے۔ اعتبار نہ ہو تو سنو، ویڈیوں کے استناد اول ویدک دھرم کے مسلمہ رشی منوجی فرماتے ہیں۔

”رکھ گھوڑا، چار پائیہ عورت وغیرہ ان سب کو جو فتح کرے وہی اس کا مالک ہوتا ہے۔“ (باب، فقرہ ۹۶)

غلاموں کو یہاں تک بے حس کیا گیا ہے کہ ان کی کمائی پر بھی ان کو اختیار نہیں سنو!

”اپنی عورت کے لڑکے و غلام یہ سب جس دولت کو جمع کریں وہ سب دولت ان کے مالک کی ہے۔ یہ اس کے حقدار مالک کی زندگی میں نہیں۔“

اور سنو!

”راجہ برہمن، غلام اور شور سے دولت لے لیوے اور اس میں کچھ بچا رہ کرے کیونکہ وہ دولت کچھ اس کی ملکیت نہیں، وہ بے زر ہے۔“

(منوسمرتی باب فقرہ نمبر ۲۱۶-۲۱۷)

پس جو کا قرآن کی رو سے جو کا دھرم شاستر کی رو سے جائز ہو اس پر اعتراض کرنا ناستک (دہریہ) کا کام ہے کسی آستک کا نہیں۔

**مہاشہ کی ناواقفی** | ہم تو ابتداء سے کہتے آئے ہیں کہ رنگیلا رسالہ کی مصنف پارٹی اسلامی تاریخ سے براہ راست واقف نہیں۔ ان کے معلومات مخالفان اسلام کی کتابیں تواریخ محمدی، تکذیب براہین، تاریخ ولیم میور وغیرہ سے

بھی ناقص۔ اس کا ثبوت خود انہی کے قلم سے یہاں ہم دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔  
 "ایک دفعہ کہیں سے تین لونڈیاں آئیں تو محمد نے وہ ایک ایک کر کے اپنے  
 خسرول ابو بکر اور عثمان اور اپنے داماد علی کو بطور پیش کش عطا کیں۔  
 آج دنیا سے اسے شرمناک ڈھٹائی کہے گی کہ اپنے داماد اور خسرول کے  
 ساتھ یہ یاران مجلس کا سا سلوک!" (صفحہ ۲۱)

اس صفحہ پر اور اس کے علاوہ صفحہ ۲۲ پر بھی حضرت عثمان کو حضور کے خسرول  
 میں شمار کیا ہے، حالانکہ تاریخ اسلام میں حضرت عثمان حضور کے داماد تو ہیں خسر  
 نہیں۔

سما جیو! انصاف سے کہنا اپنے چوتھے اصول کو سامنے رکھ کر کہنا اس دعوے  
 کے ثبوت میں دیکھ حضور نے ابو بکر اور عثمان کو لونڈیاں دیں، تمہارے رنگیلے مہاشہ  
 نے کوئی حوالہ دیا؟

بتناق۔ اگر تم کسی مجلس کی گفتگو میں یہ پیش کرو اور مسلمان تم سے ثبوت  
 مانگیں اور تم نہ دکھا سکو تو تمہیں کتنی ندامت ہوگی۔

○ کوئی مہاشہ بغرض حصول اولاد حکم سوامی جی اپنی استری کا کسی جوان آدمی سے  
 بیوگ کرانے وہ بے چاری حسب تعلیم سوامی جی سال دو سال تک اس جوان  
 کی خدمت میں رہے۔ مگر پر ماتا کے حکم سے اولاد نہ ہو تو وہ بے چارہ اور بیچاری  
 کس قدر شرمندہ ہوں گے۔

سچ کہنا! تم مخالف کے سامنے حوالہ پیش نہ کر سکنے پر اس سے زیادہ شرمندہ  
 ہو گے یا نہیں؟ پھر کیوں ایسے مصنفوں کو تم لوگ مجبور نہیں کرتے کہ ہر دعوے کا ثبوت  
 دیا کریں۔ کیا تم لوگوں نے استاد الاخلاق شیخ سعدی کا قول نہیں سنا۔  
 نہ گفتمہ ندادو کے باتو کار و لیکن چو گفتمی دیلش بیار

لو ہم مانے لیتے ہیں کہ حضور نے اپنے خسرول کو لونڈیاں دیں تو کیا جرم کیا  
 تم سمجھتے ہو کہ لونڈیوں سے صرف بیوی کا کام لیا جاتا ہے۔ حالانکہ لونڈی گھری خادہ

بھی ہوتی ہے۔ اچھا سنو! منوجی نے جو کہا کہ لوٹ میں عورت کو جو لوٹے راجہ اسی کو دے دے۔ بھلا لوٹنے والا کوئی راجہ کا خسر ہو یا داماد بلکہ باپ بھی ہو تو اسے بھی عورت دے دے۔ ہے رام! اتنا پاپ؟

آریہ سجنو! اسے

سنیہل کے رکھنا قدم دشت خامین مجنوں کہ اس نواح میں سو دا برہنہ پا بھی ہے

## رنگیلے مصنف کا نیارنگ

### قصہ تحریم

آگے چلئے! رنگیلے ہما شہ نے نیارنگ نکالا ہے۔ لکھتا ہے:-  
 "حدیثوں کی روایت یہ ہے کہ ایک دن حیب حفصہ کی باری تھی حفصہ  
 محمد سے چھٹی لے کر میکے چلی گئی اور اس کے گھر کو چھڑنے مار یہ سے بسایا  
 اتنے میں حفصہ آگئی وہ دیکھ کر جل بھین گئی کہ اس کی آرا سگاہ آج ایک  
 غیر منکوہ لونڈی کی خواہ بگاہ نبی ہوئی ہے۔ اس غصہ کو محمد تاڑ گیا۔ اور  
 کہا بھاگوان! اگر ماریہ کے اس ماجرے کا ذکر کسی سے نہ کرو تو میں نے  
 یہ عہد کیا کہ آئندہ ماریہ سے صحبت نہ ہوگی اور میرے بعد خلافت کا حق  
 تمہارے باپ کا ہوگا۔" (ص ۳۱)

بیشک قرآن مجید میں یہ آیت ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ

اے نبی جو خدا نے تمہارے لیے حلال کیا ہے تم اس کو حرام کیوں کرتے

ہو کیا بیویوں کو راضی کرنے کے لیے ایسا کرتے ہو۔

اس آیت کے متعلق متعدد روایات آئی ہیں کہ کونسی چیز حضور نے اپنے

حق میں حرام کی تھی، جس کا ذکر اس آیت میں بصورت ناپسندیدگی آیا ہے ایک روایت ہے کہ ماریہ لونڈی کو حرام کر دیا تھا۔ دوسری اور بھی ہے مگر زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ حضور شہد کا ثربت پیا کرتے تھے، کسی نے غلط کہہ دیا کہ آپ کے منہ سے موم کی بو آتی ہے۔ آپ کو بدبو سے سخت نفرت تھی۔ آپ نے فرمایا میں شہد کبھی نہ پیوں گا اس میں شک نہیں کہ ایسا کہنے والی بیویاں تھیں۔ یہ روایت صحیح تر ہے۔ چنانچہ بڑے پایہ کے محدث مفسر حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں :-

والصحيح ان ذلك كان في تحريمه العسل كما قال البخاري  
عند هذا الآية الخ۔

یعنی صحیح بات یہ ہے کہ آیت شہد نوشی پر اترتی ہے۔ جیسا کہ امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ بس اصل جواب تو آگیا ہے۔ رہا یہ سوال کہ جن بیویوں نے ایسی غلط گوئی کی ان کی بابت کیا سزا، جواب یہ ہے کہ وہی سزا جو قرآن مجید میں مذکور ہے۔

ان تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَنَّتْ قُلُوبُكُمْ۔

تمہارے دل بگڑ چکے ہیں تو بہ کر دو گی تو تمہارے حق میں بہتر ہو گا بیشک جو کرے

وہ بھرے۔

مہاشہ کا اس سے آگے کا نوٹ اس سے بھی زیادہ فریب دہ ہے جو اسی تفتہ ماریہ کے واقعہ کو بنا قرار دے کر لکھا ہے :-

”بات تھی ٹل گئی۔ لیکن حفصہ سے اپنے پر قابو نہ رکھا جاسکا۔ اس نے اس واقعہ کا عائشہ سے ذکر کیا۔ وہ غیور عورت عائشہ کے زیرِ کردگی محمد کی بیویوں کی ایک کونسل ہوئی۔ سب نے محمد سے منہ پھیر لیا، محمد مغیرہ، مدینہ کا مطلق العنان بادشاہ! یہ بیویاں کون ہیں جو اس سے رکھائی کا برتاؤ کریں۔ فوراً وحی نازل ہوئی اور ان نافرمان بیویوں کا بائیکاٹ کر دیا۔ مدینہ بھر ماریہ کے ڈیوہ لگا دیا، کہ بگاڑ لو، جو بگاڑ سکو۔ ادھر ابو بکر ناراض عثمان ناراض کہ لونڈی کی خاطر ہماری بیٹیوں سے تعلق چھوڑ رکھا ہے۔“

مہینہ بھر کی جدائی کے بعد محمد کا دل بھی ملائم ہوا، کہا اللہ نے سفارش کی ہے  
حفصہ کا قصور معاف اور اس کے ساتھ اس کی سب بہنوں کا قصور  
معاف! (ص ۲۲)

جواب: آہ! سوامی دیا بند ہوتے تو مہاشہ کی داد دیتے کہ سارے ہندوستان  
میں ہماری تعلیم سے یہی ایک لائق چیلہ نکلا ہے جو ہمارے مشن (اسلام سے نفرت دلانے)  
کو پورا کرنے والا ہے۔

سنیے! اصل قصہ یوں نہیں، جو تم نے لکھا ہے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ  
ادھر واقعہ شہد ہوا۔ اتفاق سے انہی دنوں حضور علیہ السلام کے پیر میں چوٹ آئی  
جس سے آپ چلنے پھرنے سے رُک گئے۔ اس لیے آپ نے ایک مہینہ کے لیے علیحدہ  
مکان میں گوشہ نشینی اختیار کی۔ مگر آپ کی گوشہ نشینی سے عام میں مشہور ہو گیا کہ حضور  
نے بیویوں کو طلاق دے دی۔ اس پر حضرت عمر آئے اور دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ  
اصل وجہ حضور کی علالت ہے۔ دیگر بیچ، تم نے تو آریوں کو گمراہ کرنے کی ٹھان  
رکھی ہے۔ اس لیے کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیتے۔ مگر ہم تو حوالہ دینے بغیر نہیں رہ  
سکتے۔ پس سنو!

حضرت کے خسر حضرت عمر کہتے ہیں کہ میرے پاس میرا ایک دوست آیا اس  
نے کہا۔

طلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم لسانہ۔ (بخاری جلد اول ص ۲۳۴) دی ہے۔

یہ سن کر میں گھبرا یا ہوا بغرض تحقیق حال نکلا تو حضور کو چوبارے میں گوشہ  
نشین پایا۔ کیونکہ آپ کے پاؤں میں ضرب آئی تھی جس کے متعلق صحیح بخاری کے الفاظ  
یہ ہیں۔

الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
لسانہ وکانت انفکت رجله

یعنی حضور نے بیویوں سے علیحدگی کی۔  
آپ کے پیر کو زخم آیا تھا۔ پس آپ چوبارے

فاقام فی مشربۃ لک تسعا و  
عشرین (صحیح بخاری جلد دوم ص ۴۹)

سماجی مترو! اپنے چوتھے اصول پر تم کو اگر نچتہ یقین ہے تو رنگیلے ماشہ اور  
اس کی کمپنی سے اس دعوے کا ثبوت ہم کو لے کے دو کہ:-

"ادھر ابو بکر ناراض، عمر ناراض، عثمان ناراض کہ ایک نوٹڈی کی خاطر  
ہماری بیٹیوں کو چھوڑ رکھا ہے۔" (رنگیلا ص ۴۳)

اگر وہ اس کا ثبوت نہ دے سکے اور ہم کہتے ہیں کہ یقیناً نہ دے گا تو کیا پھر تمہارا  
فرض نہیں؟ کہ جس طرح تم نے گاندھی جی کے خلاف رزولوشنوں کی بھرمار کی ہے ایسے  
حضرت رسال، سماج کو بدنام کرنے والے، تمہاری جیبوں سے پیسے نکالنے والے مصنفوں  
کے برخلاف بھی رزولوشن پاس کر دو، یاد رکھو کہ اگر ایسا نہ کرو گے، تو تمہاری ساری  
سماج بدنام ہو جائے گی۔ جیسی کہ ہو رہی ہے۔ کیوں؟ سہ

چول از قومے یکے بے النشی کرد نہ کہ رامنزالت ماند نہ مرہ را

نمی بینی کہ گادے در علف زار

بیالاند ہمہ گاوان ده را



## تعدد ازواج

### محمد پیولپول والا

مرحبا سید مکی مدنی العسری  
رنگیلے ماشہ نے آخر اپنا دلی غبار اخیر کتاب میں نکالا کہ سارا غم و غصہ اس کو  
حضور کے تعدد ازواج پر ہے یعنی اس نے جو نتیجہ نکالا اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے

۱۲ پہلے بھی صفحہ ۴۱ پر حضرت عثمان کو حضور کا خسر لکھا ہے۔

کہ اس کو نہ بڑھی بیوی کا رنج ہے، نہ جوان کا صدمہ، بلکہ رنج ہے تو تعدد ازواج کا ہے۔ اسی لیے وہ اپنا دلی غبار ان لفظوں میں نکالتا ہے :-

”محمد کو ایسا کولسا نام دول جس سے محمد کی زندگی کا فوٹو اٹکھوں میں اتر آئے، پچاس سال کا تھا، جب خدیجہ نے انتقال کیا۔ باسٹھ سال کا تھا۔ جب خود انتقال کیا۔ اس بارہ سال کے غرصے میں دس عورتیں کہیں یعنی سو سال میں ایک۔ ان حالات میں اگر میں اپنے زنجیلے رسول کو بیویوں والا کہہ دوں تو کیا موزوں نہ ہوگا، بیویوں والا کہا اور محمد کو پالیامحمد کے دل کو پالیامحمد کی روح کو پالیامحمد“ (صفحہ ۲۸، ۲۹، ۵۱)

تعدد ازواج کے مسئلہ کی فلاسفی ہم تفسیر ثنائی جلد دوم میں زیر آیت ثنائی و ثلاثی مفصل لکھ چکے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قدرتی طور پر مرد اور عورت میں ایک نسبت ہے کہ مرد عورت کو استعمال کرنے والا اور عورت مستعملہ چیز ہے۔ اس کے ساتھ شک (فلسفیانہ) دلائل اسی جگہ مذکور ہیں جو پس جس مستعمل کو جتنی اور جیسی مستعملہ چیزوں کی ضرورت ہو، حسب طاقت اتنی رکھ سکتا ہے لیکن آریہ مہاشول کو سائٹیفک دلائل سے کیا کام، ان کو ان کے دھرم شناسٹر سے مسئلہ تعدد ازواج کا حل ہو جانا چاہیے۔

پس سنیں | آریوں اور ہندوؤں میں متوجی ایک ایسے بزرگ، مذہبی پیشوا گزرے ہیں جن کی خدمت میں اس زمانہ کے بڑے بڑے ریشوں نے حاضر ہو کر درخواست کی تھی۔

”اے بھگوان ان سب ورنوں (ذاتوں) اور ورن منکرول کا دھرم ٹھیک ٹھیک ہم سے کہیے کیونکہ

اے پر بھو! خیال سے باہر اور لا محدود اور قدیم وید میں بیان کیے ہوئے جو بہت طرح کے کرم ہیں ان کے اصل مطلب کے جاننے والے

ایک آپ ہی ہیں (منوسمرتی باب اول فقرہ ۲۱، ۲۱)

۱۰۰ ہمارے تاریخی واقعہ ہے کہ تریسٹھ سال کو باسٹھ سال میں ختم کرتا ہے



آریوں میں منوسمرتی کی اتنی قدر ہے کہ سوامی دیانند کی ستیارتھ پھکاش اسی کے خواہجات سے بھری پڑی ہے۔ اگر منوسمرتی کے خواہجات کو الگ کر دیا جائے تو ستیارتھ کے ادراک بمشکل اتنے رہ جائیں گے کہ چند تینگیں بن سکیں۔

**منوجی کی سنو!** یہی منوبھگوان تعداد ازواج کو ایسی خوبی سے حل فرماتے ہیں کہ باید و شاید، راجہ کی بابت ہدایت ہے کہ،

” (راجہ) کھانا کھا کر عورتوں کے ساتھ محل میں بہا کرے۔“ (باب فقرہ ۲۲۱)

**اور سنو!**

” اور سنو! ایک کی دو زوجہ ہیں اور چھوٹی زوجہ سے بڑی کا پہلے پیدا ہوا اور بڑی زوجہ سے پیچھے ہوا پس اس مقام پر تقسیم حصہ کس طرح کرنا چاہیے۔ اشوک آئینہ میں لکھیں گے۔“ (باب فقرہ ۱۱۲۲)

**اور سنو!**

” پہلی عورت موجود ہو اور بھکتا سے دولت فراہم کر کے اس روپیہ سے دوسری شادی کرے تو اس کو صرف جماع کا لطف دے سنا جو! سنتے ہو! ملتا ہے اور اولاد اسی کی ہے، جس نے دولت دی۔“ (باب فقرہ ۵۰)

**ان سب سے واضح سنو!**

” اگر ایک آدمی کی چار پانچ عورتیں ہوں اور ان میں سے ایک صاحب اولاد ہو تو باقی بھی صاحب اولاد ہوتی ہیں۔ یہ منوجی کا حکم ہے۔“

(باب فقرہ ۱۱۸۳)

**مہاشے سجنو! دھرم شاستر کو ماننے والا اس حکم کے ماتحت تعداد ازواج پر اگر عمل کرے تو اس کو بھی وہی نصیحت کر دے جو رنگیلے مہاشے نے کی ہے جس کے تلخ ترین الفاظ یہ ہیں:-**

” بہت بیوریاں کرنے والو دیکھو پیغیروں کی زندگیاں مرقع عبرت ہیں۔ اگر اس عظمت کے لوگ اپنی غلط کاریوں کے برے انجاموں سے نہیں

بچے تو تم اپنی کرتوت کے کڑے پھلوں سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے

ہو، و شرف کا گھر برباد ہوا، محمد کا دین برباد ہوا۔ کیوں! اسی لیے کہ پڑھے ہو

کو نو خیزوں سے شادیاں کیں؟ (زنگیلا صفحہ ۱۲۳)

کس قدر خبط الحواسی ہے اللہ کی شان! ایسے لوگ بھی مصنف بن جاتے

ہیں جو موضوع بیان بھی نہیں جانتے۔ شروع بیان میں خرابی کی وجہ تعدد ازواج

کو بتایا ہے۔ اخیر میں نو خیز سے شادی کو سبب بنایا ہے۔ پہلے بیان کے مطابق اگر

بوڑھی عورتیں بھی متعدد ہوتیں تو مضر تھا۔ آخری بیان کے مطابق ایک نو خیز بیوی بھی مضر ہے

کیا اتنی سی عبارت میں اتنا بڑا اصولی اختلاف کسی صحیح دماغ کا کام ہے؟

خیر یہ تو ہے مصنف کی دماغی قابلیت کا ذکر اب ہم اس کے دعوے کی پڑتال

کرتے ہیں "محمد کا دین برباد ہوا" دستور ہے، انسان دن کو جو خواہش رکھتا ہے رات کو

وہی نظر آتی ہے۔ چاہے واقعہ میں نہ ہو۔ چونکہ یہ لوگ اسلام کی دل سے بربادی چاہتے

ہیں۔ اس لیے اس کی بربادی کے خواب ان کو آتے ہیں، وہی ان کے منہ اور قلم سے

نکل جاتے ہیں۔ ورنہ دین محمدی اگر نکاح نو خیز دعائشہ سے برباد ہوا ہوتا تو ہندوستان

ہال آریہ ورت، ہال ہال پوٹر بھارت بھومی مسلمانوں کے قدم کیوں چومتی اور سچ

تو یہ ہے کہ تمہارے سوامی کو ستیا رتھ پرکاش جیسی زبردست کتاب اسلام کے

بر خلاف لکھنے کی ضرورت ہوئی؟ اور تم بھی آج یہ دل شکن رسالہ کیوں لکھتے؟ کوئی تم سے

یہ نہ کہتا کہ بھلے آدمی! اسلام تو پیغمبر اسلام کے بعد متصل برباد ہو چکا ہے۔ پھر تم یہ لغو حرکت

کیوں کرتے ہو؟ کیا سچ ہے۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا

لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

۱۔ عرب سے چل کر پوٹر بھومی آریہ ورت (ہند) میں چلا آیا۔ یہی تو بربادی کا

ثبوت ہے۔ ۱۲۔

مہاشہ جی کی تاریخ دانی | اسی صفحہ پر آپ لکھتے ہیں :-  
 ”محمد کی، اسی خانہ جنگی نے محمد کی وفات

کے بعد اسلام کی تاریخ کو متواتر و خنزریوں کی تاریخ بنا دیا۔“ (صفحہ ۲۴)  
 کیا کہتے ہیں؟ خلافت کی بابت لڑائی نہ پہلی خلافت میں ہوئی۔ نہ دوسری  
 میں نہ تیسری میں، ہاں چوتھی خلافت میں ہوئی، سو اس کی وجہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ  
 خلیفہ ثالث رضی اللہ عنہ کا قتل تھا نہ کہ خانگی نزاع۔

آخراپ سوامی دیانند | کے چیلے ہیں، جنہوں نے ستیارتھ پرکاش طبع  
 اول ۱۸۷۵ء میں لکھ مارا تھا کہ :-

”محمود غزنوی ہندوستان کو لوٹ کر مکہ گیا تھا۔“ (صفحہ ۲۲۱)  
 حالانکہ سلطان محمود نے مکہ گیا نہ مدینہ گیا۔ اسی لیے آریوں نے سوامی جی کی  
 اس غلطی کی اصلاح کرنے کو طبع اول کے بعد کی جملہ طبعات میں یہ فقرہ ہی اڑا دیا  
 بہت اچھا کیا۔

سوامی جی کی تاریخ دانی یہ ہے کہ آپ نے امریکہ کے متلاشی  
 دوسری مثال | کو لمبس کو جو اٹلی کا باشندہ تھا، انگلستان کا باشندہ لکھا  
 چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں۔

”انگلستان کے کو لمبس وغیرہ لوگ جب تک امریکہ میں نہیں گئے  
 تھے۔“ (ستیارتھ پرکاش اردو طبع اول صفحہ ۲۶۸)

آریہ سماجی چونکہ تعلیم یافتہ ہیں ان کو معلوم ہو گیا کہ  
 آریوں کی ہوشیاری | سوامی جی نے سنے سنائے ایسا لکھ دیا۔ اس لیے  
 بعد کے طبع میں اس کی اصلاح یوں کی، بجائے انگلستان خاص کے ایک وسیع  
 لفظ لکھ دیا۔ یعنی یوں لکھا کہ :-

”یورپ کے کو لمبس وغیرہ لوگ جب تک امریکہ نہیں گئے تھے۔“  
 (ستیارتھ پرکاش چہارم صفحہ ۲۳۵)

ہمارا رنگیلا مصنف بھی آخر سوامی جی کا چیلہ ہے۔ انہوں نے سلطان محمود کو  
مکہ شریف پہنچایا تو ماشہ مذکور نے خلافت پر خانگی نزاع کا اثر پہنچایا۔ (چشم بدو)  
سچ ہے۔ ۵

لطف پر لطف ہے الایں میرے یار کے یار  
سار حطی سے گدج لکھتا ہے ہوز سے ہمار  
تعدداً زواج کے متعلق ہماری حیرانی کی کوئی حد نہیں رہتی جب ہم ان ویدک  
کے دھرم کے شدید ایوں سے مخالفت سنتے ہیں۔ حالانکہ ان کی مسلمہ کتب دھرم  
شاستر میں تعدداً زواج کی اجازت ملتی ہے۔ جس کے ثبوت میں ہم کسی ایک حوالجات  
ادریکھ چکے ہیں۔

آہ! کیسا گل جگ ہے کہ ہندو رشک کہلا کر دھرم شاستر کی ایسی ہتک کرتے  
ہیں کہ گنو بھکشک بھی نہ کرے۔ منوجی ہمارا ج تو چار پانچ عورتوں کا ذکر بھی بطور  
مثال بتاتے ہیں۔ در نہ ان کے ہاں تو کوئی تعداد مخصوص نہیں۔ مگر آریہ ماشہ میں  
کہ تعدداً زواج سے ڈراتے ہیں۔ آہ! ان حمایتیوں کی حمایت سے ہندو دھرم  
ایسا دکھیا ہو رہا ہے کہ اس کی زبان حال سے یہ شعر نکل رہا ہے۔ ۵  
دوست ہی دشمن جان ہو گیا اپنا حافظ  
نوشدارو نے کیا اثر سم پیدا

ہماری دریا دلی | ماشہ سجنوا ہماری دریا دلی دیکھو کہ ہم تمہارے اصل دعوے  
کی تصدیق کرتے ہیں کہ ہمارے حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ  
والسلام بڑے مرد تھے۔ مردانگی کے کام کرتے تھے۔ چونکہ آپ کامل مرد تھے  
اس لیے واقعی بیویوں والے تھے۔ خود قرآن مجید نہ صرف حضور کو بیویوں والا بلکہ  
کل انبیاء کو بیویوں والا کہتا ہے۔ عورت سے سنو!

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَ  
جَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً (پا ۱۱)

ہم (خدا) نے (اے نبی) تم سے پہلے کسی رسول  
بھیجے اور ان کو بیویاں اور اولادیں دیں

اس لیے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام نبی نوع انسان کے لیے نمونہ بن کر آئے ہیں۔ وہ اگر بیویاں نہ کریں تو ساری امت نہ کرے گی۔ جس سے نسل انسانی کا انقطاع ہو جائے گا۔ پس بیویوں والا ہونا نبی کے لیے ضروری ہے۔ ورنہ دنیا کی تباہی و بربادی ہے۔

حسین یوسف دم عیسیٰ بد بیضا داری  
آنچہ خوباں ہمہ وارند تو تنہا داری



## دیاندویدوں والا

رنجیگے ماشہ نے اپنے گرد سوامی دیاند کو ایک معزز لقب دیا ہے یعنی ویدوں والا۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

”رشی دیاند کا نام پنجاب میں ویدوں والا پڑنے لگا ہے۔ رشی کا کام وید، رشی کا پیغام وید، رشی کی حیات، رشی کی وفات، وید کی اشاعت کا وسیلہ ہوئی۔ رشی کا سانس سانس وید کی قرارت تھی۔ ویدوں والا من بھاوانا ناما ہے۔ یہ نام لیا اور رشی کے دل کو پالیا۔ رشی کی روح کو بھانپ لیا۔“ (صفحہ ۱۴۸)

آریہ مصنف اپنے عقیدے کے بیان کرنے کا حق رکھتا ہے۔ مگر پبلک رائے کی نیابت کرنے کا اس کو کوئی حق نہیں۔ آج تک کسی کتاب یا کسی اخبار یا کسی اشتہار میں سوامی دیاند کو ویدوں والا نہیں لکھا گیا۔ ویدوں کے منکرین دیوہاجا اور سکھوں کی طرف سے جو دیاند جی کے حق میں رائے شائع ہوئی ہیں ان کا تو ہم نے دائرہ ذکر نہیں کیا۔ مگر ویدوں کے ماننے والے ہندوں کی رائے کا اظہار کرنے سے تو ہم رک نہیں سکتے۔ کیونکہ ماشہ جی نے ان سب ویدوں کے ماننے

والوں کی طرف سے نیابت کی ہے۔ اس لیے آپ کو دکھانا ہے کہ آپ کی یہ ذاتی رائے ہے۔ قومی اور ملکی نہیں۔ ہندوؤں کی طرف سے جو دیا نند جی کے متعلق تحریرات نکلتی رہی ہیں۔ ان میں بتایا گیا ہے کہ سوامی دیا نند جی ویدوں بلکہ ویدوں کے علاوہ دیگر مذہبی کتابوں کے حوالجات بھی غلط دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ستان دھرم پر چارک امرتسر کی طرف سے ٹریکٹوں کے سلسلہ میں ٹریکٹ نمبر ۲۲ سے ہم دس شہادتیں نقل کرتے ہیں جن سے معلوم ہو سکے گا کہ ریگلے مہاشہ کا دیا نند جی کو ویدوں والا لکھنا اس مصرع کے مصداق ہے۔

پیراں نمی پرند سریداں ہی پرانند

سماجی دوستو ستان دھرمی پنڈتوں کا مضمون سنو اور غور سے پڑھو!

۱۱، صفحہ ۲۹۴ سطر ۱۵۔

سوال :- آغاز دنیا میں ایک یا کئی انسان پیدا کیے تھے یا کیا؟

جواب :- کئی، کیونکہ جن جیوں کے کرم ایشوری سرشٹی میں پیدا ہونے کے تھے۔ ان کی پیدائش شروع دنیا میں پریشور نے کی۔

منشیارشی اسچہ پے تو منشا اجانیت :- یہ بچر وید میں لکھا ہے۔  
دستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۴، یہ پرمان جس پر ہم نے لکیر کھینچ دی ہے۔ سوامی صاحب لکھتے ہیں کہ

یہ بچر وید میں لکھا ہے، ہمارا دعویٰ ہے کہ بچر وید تو کیا چاروں ویدوں میں نہیں پس یا تو سماجی بیہ پرمان بچر وید میں دکھادیں ورنہ سوامی صاحب کو دروغ کو ٹھہرا دیں۔ پس آریہ سماجیوں کو یہ پرمان یا شہادت بچر وید میں دکھلانی ہوگی۔ ورنہ سوامی دیا نند کا وید منتر کے لفظوں کو الٹ پلٹ کر ایک منتر بنا لینا یہ کونسا رشی پن ہے؟ ہرشی منوجی لکھتے ہیں کہ وید کی نندا کرنے والا ناستک ہے لیکن جو وید کے نام سے بناوٹی منتر بنانا

۱۵ یہ صفحات اردو دستیارتھ پرکاش طبع اڈل کے ہیں۔

ہے، وہ کون ہے، دانا سمجھ لیوں۔

(۲) صفحہ ۲۹۵ سطر ۲۰۔

سوال :- انسانوں کی پیدائش کس مقام پر ہوئی؟  
جواب :- تری وٹپ میں، جس کو تبت کہتے ہیں۔

سوامی صاحب کا یہ لکھنا کہ انسان تری وٹپ یعنی تبت میں پیدا ہونے غلط ہے۔ آریہ سماجیوں کا یہ خیال ہے کہ توبات دید میں لکھی گئی ہوگی وہ ماننیہ یوگیہ، (قابل قبول) ہے پس ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ سریشی کا تبت میں پیدا ہونا وید تو درکنار کسی ہماری رشی نے بھی نہیں لکھا، رشی تو درکنار بلکہ اس کے متعلق کوئی پرانا اتہاس یا ثبوت جو آپت پرشوں نے کہا ہو۔ سماجیوں کے پاس نہیں ہے۔ دوسری بات جو سوامی صاحب نے لکھی ہے۔ وہ اور بھی ذرا سوچنے کے لائق ہے۔ اس سے علاوہ دروغ بیانی کی پیڈت دیانتد کی کوشش کے متعلق بھی ناواقفیت معلوم ہوتی ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ کل سنکرت کی کوشوں کو پڑتال کر لو تو تری وٹپ کے معنی تبت کوش سے نہ نکلیں گے۔

(۳) پر ہلا دی کتھا بھاگوت سے لکھتے ہوئے صفحہ ۲۳۷ سطر ۸ میں سوامی صاحب یوں لکھتے ہیں۔

”تب اس نے ایک لوہے کا ستون آگ میں گرم کر کے اس سے کہا کہ اگر تیرا مہود سچا ہے تو اس کے پکڑنے سے نہ جلے گا۔ پر ہلا دی پکڑنے لگا دل میں شک ہوا کہ جلنے سے بچوں گا یا نہیں۔“

نارائن نے اس ستون پر چھوٹی چھوٹی چوٹیوں کی قطار چلا دی۔  
ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ شرمید بھاگوت میں یہ ہرگز نہیں کہ پر ہلا دی کو شک ہوا اور نارائن نے چھوٹی چھوٹی چوٹیوں کی قطار چلا دی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سوامی دیانتد نے ہرگز شرمید بھاگوت کو نہیں پڑھا۔

(۴) صفحہ ۲۳۷ سطر ۲۶ :- پوتنا اور اکر در کے بارہ میں دیکھو۔

(۱) رختیں با یو بیگین (۲) جگام گو کلنگ پرتی۔

دناگری بار دوم سوم، ستیارتھ پرکاش میں یہ ایک شلوک ہے۔ اردو کی دوسری دفعہ میں حوالہ کوئی نہیں ہے، تیسری دفعہ اردو میں الگ الگ ٹکڑہ کر کے حوالہ دیا ہے۔ لیکن ہمارا دعویٰ صرف یہ ہے کہ ناگری بار دوم سوم میں جو شلوک ہے بھاگوت کے نام سے درختیں با یو بیگین جگام گو کلنگ پرتی پر لکھا ہے۔ یہ شلوک بھاگوت میں نہیں ہے۔

(۵) صفحہ ۲۰۲ سطر ۲۔ وید پڑھت برہما مرے چاروں وید کہانی سنت کی مساوید نہ جانے برہم گیانی آپ پر مشور۔

گردنانک جی کو ویدوں کا دشمن قرار دیتے ہوئے مندرجہ "تک" ان کی طرف سے لکھی ہے۔ لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ گردنانک جی نے یہ ہرگز نہیں کہا اور نہ گردنٹھ صاحب یا کسی معتبر گرتھ میں یہ تک ہے۔

(۶) صفحہ ۱۰۲ سطر ۱، "دوٹھانی چہ رتنانی دوکتے سو پاویت" طرح طرح کے جواہرات سونا وغیرہ دولت دوکت یعنی سنیا سیول کو دیوں۔

منوادھیائے ۱۱۔ یہ ٹکڑا جو منوجی کے نام سے لکھا ہے۔ ہرگز منوسمرتی میں نہیں ہے چونکہ سوامی صاحب سنیا سی تھے اور ویدک دھرم کے انسا رسنیا سی کو دولت وغیرہ رتن رکھنا منع ہے اس لیے سوامی جی نے

اپنا مطلب سیدھا کرنے کے لیے ہرشی منوجی کے نام سے یہ شلوک لکھا۔ لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ اس طرح یہ شلوک منوسمرتی میں ہرگز نہیں ہے

(۷) پنج مہایگ بدھی میں سوامی صاحب گاتیری منتری نسبت لکھتے ہیں

کہ یہ منتر اسی پرکار چار وید میں ہے۔ لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ منتر اسی پرکار اچھروید میں نہیں ہے۔

(۸) صفحہ ۲۵۲ سطر ۲۳۔

سوال :- آریہ ورت کی حد کہاں تک ہے؟



جواب۔ منوسمرتی کے دو شلوک دیئے ہیں جس سے آریہ درت کا حدود  
اربعہ بتلایا گیا ہے۔ افسوس اس کے دوسرے اشلوک میں سوامی جی نے  
غلط تحریر سے سنے کام لیا ہے۔ ناظرین ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیں منو  
سمرتی نکالیے اور سوامی جی کی لپٹک بھی نکالیے۔

پہلا شلوک (۲۲) جو آریہ درت کی وسعت دکھلانے والا ہے، وہ  
حرف بجز صحیح اور جیوں کا تیموں درست ہے۔ لیکن اگلا شلوک جو لکھا ہے  
اس میں آخری حصہ شلوک کا فرضی بنا دیا ہے منوسمرتی میں لفظ برہما تم  
تھا۔ جس کی جگہ سوامی دیانتد نے آریہ درت میں بنا کر اس شلوک کو ہی آریہ  
درت کی وسعت دکھلانے والا بنا دیا ہے جس سے سوامی جی کی عدم  
سچائی اور ایمانداری کا پورا ثبوت ہے۔

(۹) صفحہ ۵۵ سطر ۸، پنج دلتے متور شے پومان ناری تو شوڑ شے۔ یہ  
شُشرت کے شریر استھان کا لکھا ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ شلوک  
شُشرت استھان میں نہیں ہے۔

(۱۰) صفحہ ۲۲، سطر ۱۵۔ جب دیدت کو قائم کر چکے اور علم پھیلانے کا نیا  
کرتے ہی تھے کہ اتنے میں دراجنبی باہر سے برائے نام دیدمت  
کے حامی اور اندر سے پکے جینی یعنی کپٹ منی تھے۔ شکر اچار یہ ان پر  
نہایت خوش تھے۔ ان دونوں نے موقع پا کر شکر اچار یہ کو ایسی زہریلی  
چیز کھلا دی کہ ان کی بھوک کم ہو گئی۔ بعد ازاں جسم میں پھوڑے ہو کر چھ  
ماہ کے اندر مر گئے۔

یہ بات کسی معتبر تاریخ میں نہیں ہے کسی شکر دیکھنے سے یہ ثابت  
نہیں ہوتا کہ دو جینیوں نے سوامی شکر اچار یہ کو زہریلی چیز کھلا  
دی۔ آریہ سماج کو چاہیے کہ ایسی شکر دیکھنے کا پتہ لگادیں، ورنہ سوامی  
دیانتد جی کو دروغ گو جان کر اس سے کنارہ کریں

دسنان دھرمی ٹریکیٹ نمبر ۱۲، موسومہ، سوامی دیانند جی کی دس  
فائن غلطیاں " مصنفہ منت گوکل واس مینجر سنان دھرم پریچرک  
منڈل امرتسر۔ (مطبوعہ سنان دھرم پریس امرتسر)

یہ تو ہندوؤں کی رائے ہے جس کے ہم ذمہ دار نہیں۔ اب ہم ویدوں کے  
مستعلق سوامی دیانند کا برتاؤ اپنی ذمہ داری پر سناتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ  
مہاشہ کی رائے کہاں تک صحیح ہے۔

ہندوؤں کا قدیم الایام سے یہ عقیدہ چلا آیا ہے کہ ویدوں کے دو حصے ہیں  
۱، سنگتا (۲۱) برہمن۔ مگر سوامی دیانند نے برہمن حصے کو ویدوں سے الگ کر کے  
غیر الہامی قرار دیا۔ دیکھو رگ وید بھومکا مصنفہ دیانند جی، بحث "اصطلاح وید"  
تو کیا ہندوؤں کے عقیدے کے موافق ویدوں کو نصف کرنے والا بھی ویدوں والا کہلا  
سکتا ہے؟ ہاں "ویدوں والا" لفظ سے اگر یہ مراد ہو کہ ویدوں کو خراب کر نیوالا  
تو ہندوؤں کو بھی غالباً اس لقب پر اعتراض نہ ہوگا۔

سوامی دیانند مجروح قاطع نسل اور غلوب الغضب تھے | یہ تو ہندوؤں اور  
آریوں کی اندرونی

کیفیت ہے۔ اب ہم اپنی تحقیق سے ایک نمونہ سوامی دیانند جی کے متعلق بتاتے  
ہیں۔ سوامی جی کی زندگی کا امتیازی طرہ یہ ہے کہ آپ ساری عمر مجروح رہے مذہبی  
رہنما اپنے اتباع کے لیے نمونہ ہوتے ہیں۔ اگر سارے آریہ ان کی طرح مجروح رہیں تو  
ان کی نسل کا خاتمہ معلوم ہے۔ اس لیے ہمارے عنوان کا ایک جزو بالاتفاق ثابت  
ہے کہ سوامی دیانند قاطع نسل تھے۔ کون نہیں جانتا کہ مذہبی پیشوا وہی ہو سکتا  
ہے جو اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو۔ خاص مذہبی اور اخلاقی امور میں اس وقت اس کی  
رائے ڈگمگائے نہیں۔ یہی وقت اس کے امتحان کا ہے۔ انہی معنی میں کسی اہل دل  
نے خوب کہا ہے۔

عارف کہ برنجد تک آب ست منہوز

دریائے فرواں نشو و تیرہ لبسنگ

یعنی جس طرح جوش مارنے والا دریا معمولی کنکریاں مارنے سے میلا نہیں ہوتا  
اسی طرح عارف خدا غیظ و غضب میں آلودہ نہیں ہوتا۔ اگر ہو تو سمجھو کہ چھوٹے  
پانی میں ہے۔

ہمیشے سچنوا آؤ اس پاک اصول کے ماتحت ہم سوامی دیا نند کی زندگی کا  
جائزہ لیں۔ سوامی جی کی سوانح عمری کلاں بڑی سوچ سچا کر لکھی گئی ہے تاہم اس  
میں سوامی جی کی زندگی کے دو حصے ہم کو نظر آتے ہیں۔ پہلا حصہ قبل تعلیم جوانی کا ہے  
اس کی بابت تو کچھ کہنے کی حاجت ہی نہیں۔ کونسی اخلاقی غلطی ہے جو اس عمر میں  
سوامی جی سے سرزد نہیں ہوئی۔ غلط بیانی، بد صحبتی، یہاں تک کہ منشیات بھنگ  
وغیرہ کا بھرت استعمال، چنانچہ وہ آپ کہتے ہیں کہ:-  
”اس جگہ مجھے بڑا غیب لگ گیا، یعنی مجھ میں بھنگ کے استعمال پر  
کی عادت ہو گئی۔“ (سوانح کلاں ص ۱۹)

رینگیلے ماشہ نے ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبل از نبوت بچپن  
سالہ زندگی پر بھی اعتراض کیے ہیں۔ جن کی بنا خود اس کے دل و دماغ کا اختراع ہے  
ملاحظہ ہو صفحہ ۳۸-۳۹ کتاب ہذا مگر ہم اس کے گرد و کی پہلی زندگی کی تنقید نہیں  
کرتے۔ کیونکہ وہ تو بقول خود سوامی اور آریہ اس قابل نہیں کہ تنقید ہو بلکہ اس مصرعہ  
کی مصداق ہے۔

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ گجا گجا ہم  
اس لیے ہم اس موضوع کے نیچے ان کی زندگی کا وہ حصہ لیتے ہیں جو ان  
کی ریفارمری اور اشاعت دھرم کا زمانہ ہے۔

ہمارا عنوان بیان ہے کہ سوامی جی مغلوب الغضب یعنی غصہ والے تھے۔  
اس دعویٰ کا ثبوت سنیے، سوامی جی کی سوانح عمری کلاں میں لکھا ہے:-

”دوسرے دن سوامی جی نے مورتی پوجا کھنڈن پر لکچر دیا۔ اسی میں محمود  
غزنوی کا آنا اور اس کے حملوں سے دلش کے دھن کی ہانی کا مفصل برن

کیا اور مندرجہ میں عورتوں کے جانے اور وہاں کی دروشا کا بیان فرمایا  
جس میں کسی شخص نے مکان کی چھت پر جانب مغرب سے یہ سوال کیا کہ  
آپ نے فرمایا کہ استری کو اُچت ہے کہ ایک ہی بار اپنے پتی کے  
پاس جائے یعنی وہ بچا رہ کرے مگر جس کا پتی طوائف (کنجری) کے پاس  
جائے اس کی عورت کیا کرے۔ انہوں نے کہا کہ اس کی عورت بھی ایک  
اور مضبوط سا آدمی رکھ لے۔ (ص ۲۵۵)

اگر یہ سچو! سوامی جی کا وہی قول! مذہبی حکم ہے؛ یا غصہ کا اظہار کیا کوئی  
مذہبی پیشوا، سچا ریفارمر، ہادی قوم، برگزیدہ خدا، غصے میں دھرم کے خلاف ایسا  
اخلاق سوز حکم دے سکتا ہے۔ علاوہ اس کے ہم نہیں جان سکتے کہ سوامی جی کو غصہ  
کس بات کا آیا۔ سوال بالکل معمولی ہے اس سے سخت ترین اور پیچیدہ سوال ہم  
واعظوں اور مولویوں پر ہوتے رہتے ہیں۔ مگر سوامی جی کے غضب ناک مزاج کی  
ایک مثال ہم پہلے کتاب ہذا کے صفحہ ۲۹ پر بتائے ہیں۔ دوسری یہ ہے۔ تعجب  
ہے سوامی جی کس قدر غضب کے پرکانے ہیں۔

سچا اہم حیران ہیں کہ ایک پاکدامن عورت کو محض اس کے خاندان کی بیوقوفی سے  
مضبوط سا آدمی رکھنے کی اجازت بلکہ حکم دیتے ہیں۔ واللہ

دنیا کی ریفارم تاریخ میں ہمیں اس کی مثال نہیں ملتی۔ کیا سچ ہے۔

قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا

پر ترے عہد سے پہلے تو یہ دستور نہ تھا

پس ان توالجات کی بنا پر اگر سوامی دیانند جی کو قاطع نسل اور غصہ والا کہا

جائے، تو بے جا نہ ہوگا، غصہ والا کہا اور سوامی جی کو پایا ہے

اس نازنین کو دیکھنا جو دست نہ چھیرنا

گر ردھ بھی گیا تو منایا نہ جائے گا

## مناجات بدرگاہ مجیب الدعوات

اے عفو رحیم خدا! تو جانتا ہے کہ میرا ایمان ہے حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کی ازواج مطہرات سب تیرے نزدیک صادق بندے ہیں اس لیے میں نے تیرے حکم۔

كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

کے ماتحت تیری ہی مدد سے ان کی طرف سے مدافعت کی ہے پس تو اے میرے دل کے حال کو جاننے والے خدا اس خدمت کے بدلے میں مجھے اور جن لوگوں نے اس میں میری کسی قسم کی مدد کی ہے۔ ہم سب کو ان صادقوں کے ساتھ ملا دے۔

توفنا مسلمین والحقنا بالصالحین

من نگویم کہ طاعتم بیذیر  
قلم عفو بر گناہم کشش

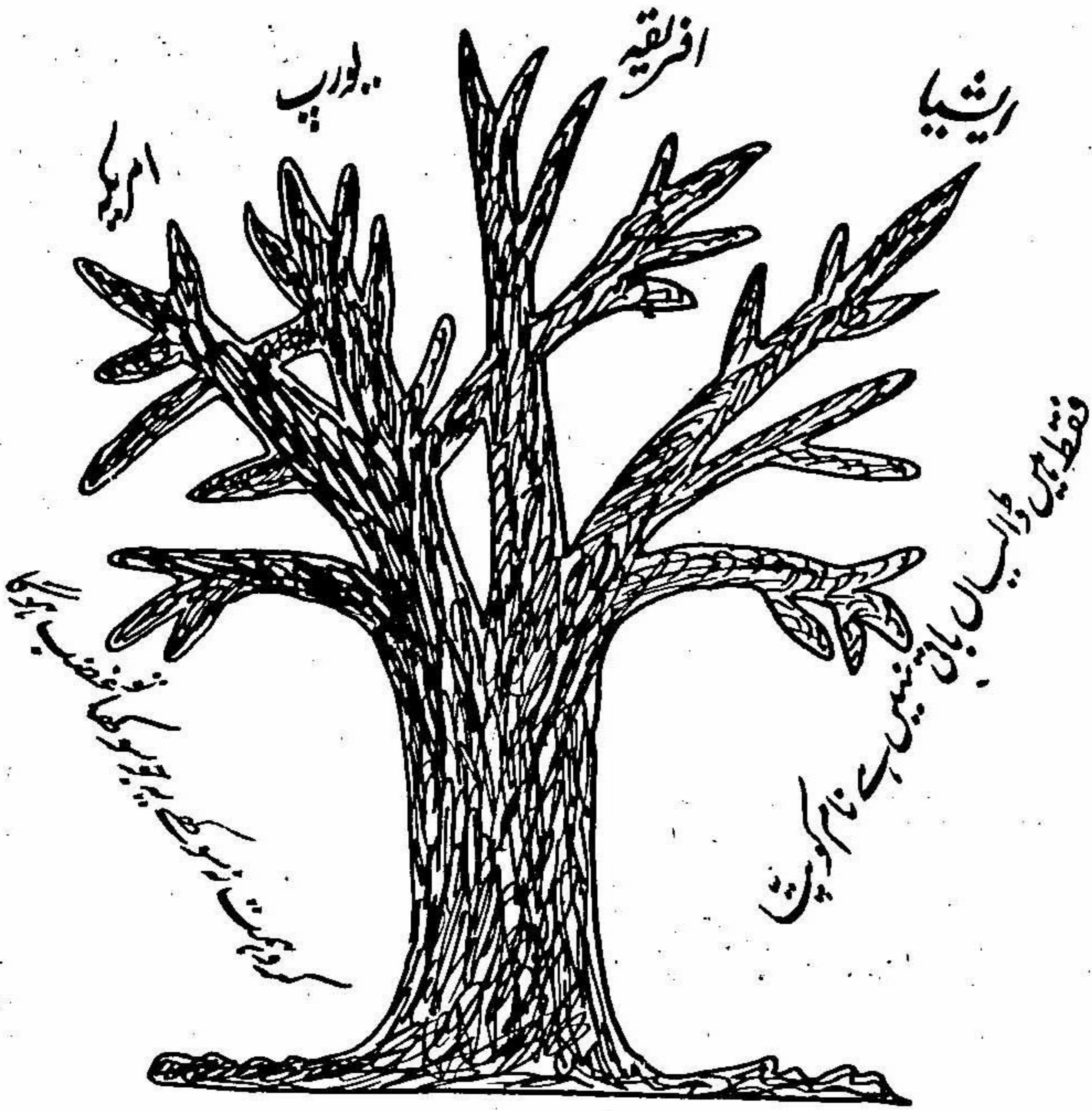
امیدوار مغفرت خادم دین اللہ

الوالوفاشنا اللہ، کفاه اللہ، امرتسری



# مسلمان بھائیوں سے روئے سخن

## شجر اسلام



کشجرۃ طیبة اصلها ثابت وفرعها فی السماء  
 (شجرہ طیبہ ہذا کے متعلق آئندہ صفحہ پر نظم ملاحظہ ہو۔)

## نظم متعلقہ شجرہ طیبہ

وہ اسلامی شجر جس کو پمیر نے لگایا تھا      وہ اسلامی شجر جس کو صحابہ نے بڑھایا تھا  
وہ اسلامی شجر سارے جہاں پر چسکا پایا تھا      رہا باقی نہ جس کے فیض سے اپنا پر لیا تھا  
اب اس کی ڈالیوں میں ایک بھی باقی نہیں پتا  
کر وہمت نہ سوکھے یہ جو سوکھا غضب ہوگا

ہے اس کی بیج مکہ میں ہیں شاخیں تابوستان      جزائر اور ہند چین و جاوا اور ترکستان  
بلک دریا و ایران و شام اور مصر و انگلستان      بچا ہو کوئی ملک اس سے بتائے تو کوئی انسان  
وہی تو ہے یہ اک عالم نے جس سے فیض پایا تھا  
قرب المرگ ہے جس نے کہ مردوں کو جلا پایا تھا

رہے طائف میں حضرت تک گئے چلنے غاری      احد میں دانت ٹوٹے اور من سے خون تھا جاری  
کبھی فاقہ میں پتھر پیٹ پر بانڈھے بنا چاری      اگایا اس کو حضرت نے اٹھا کر سختیاں ساری  
سکھائے دیتی ہے اب امت خیر الامم دیکھو!  
اسی کے وارثوں سے اس پر یہ کیسا ستم دیکھو!

نہیں یہ وہ شجر جس نے کہ پانی سے غذا پائی      صحابہ نے پلایا خون اس نے پرورش پائی!  
بنے مالی ائمہ اس لیے اس پر بہار آئی!      ہوتے ہم ناخلف ایسے کہ اس کی تسکلی جہان  
نہ وہ زینت رہی اس کی نہ وہ اس کا رہا سایا  
ہماری غفلتوں نے اس کی ٹپٹی اس قدر کایا

ہے اس نخل مقدس کو نکموں سے پڑا پالا      اور ان کی غفلتوں سے خزاں ناس کر ڈالا  
کر وہمت کہ ہو سبز پھر ہو پھول بھیل والا      جو ہوگی متفق کو شش کھلے گا پھر گل لالا  
نہراڑوں ایسی دنیا میں بہاریں پھر کے آئی ہیں  
کھلی ہیں اور کھل کر پھر گھٹا میں گھر کے آئی ہیں

لگا میں باغ باغیچے الم اس کا نہیں کچھ بھی  
اڑا میں خوب گلچیرے الم اس کا نہیں کچھ بھی  
ہوں لاکھ اسلام پر حملے الم اس کا نہیں کچھ بھی  
کہاں تک یہ شتر غمزنے الم اس کا نہیں کچھ بھی

نہ میں گئے ہم خبر اس کی رہیں گے کب تک غافل  
پشیمانی ہو آخر میں چراکارے کسند عاقل

بتاؤ تو سہی اللہ اس کا کون والی ہے!  
تو جہ اس طرف سے ہم نے اب بالکل اٹھائی ہے

نظر جس سمت کرتے ہیں دھرم میدان خالی ہے  
گئے ہم بھول چال پی وہ اوروں نے اڑالی ہے  
ہمیں تو اب فقط باہم جدال و جنگ آتی ہے  
ہمارے نام سے مذہب کو عار و ننگ آتی ہے

کسیں فرمان باری بھی کسی صورت سے ملتے ہیں  
بھلا ان لچھتوں سے کا اکبا چھے نکلتے ہیں!

نہ جیت تک تم خود بدے نہیں وہ بھی بدلتے ہیں  
نہیں چھوٹا بڑا کہنے میں اپنی راہ چلتے ہیں  
نہیں بے نیک و بد پر کچھ نظر ہم کو یہ غفلت ہے  
سمجھتے ہی نہیں سمجھانے سے کیسی بری مت ہے

نہ اخلاق پر پیر ہم میں نہ شرم دھیا باقی  
بتائیں کیا ہم میں کیا گیا اور کیا رہا باقی  
آداب شریعت سے نہ زہد و اتقار باقی  
چھینیں سب نعمتیں اک اک جھگڑا رہا باقی  
جدھر دیکھو عناد و بغض کی تلوار چلتی ہے  
ذرا سی بات پر دن بھر میں سو سو بار چلتی ہے

ہے لہزوں سے عداوت اور غیروں سے محبت ہے  
جو اپنا بات بھی کہہ دے قیامت پر قیامت ہے

جو صدر مہ غیر سے پہنچے نہیں اس کی شکایت ہے  
بھلا وہ قوم کیا سنبھلے کہ جسکی ایسی حالت ہے  
ہم اپنی آبرو اپنے ہی ہاتھوں کھوتے جاتے ہیں  
اسی باعث سے سب اپنے پرانے ہوتے جاتے ہیں

کیا محسوس کچھ تم نے بھی کیوں یہ اپنی حالت ہے  
میں کہتا ہوں کہ یہ سب جمالت کی بدلت ہے  
خصوصاً بھائی کو بھائی سے اپنے کیوں عداوت ہے  
یقین جانو مسلمانو! کہ ایمان بڑھتی دولت ہے



یہ دولت ہاتھ آجائے تو سب کچھ ہاتھ آجائے  
 جسے تم کھوکے بیٹھے وہ سب کچھ ہاتھ آجائے  
 یہ منت ملتجی ہے اسے بزرگو! قوم کا خادم  
 کر دل کر جن ایسے کہ محشر میں نہ ہوں نا دم  
 رہے دنیا میں بھی عزت اور عقبی بھی رہے قائم  
 کر وہ کوششیں جن کے نتیجے نیک ہوں دائم  
 شجر اسلام کا پھولے پھلے شاداب ہو جائے  
 یہ سب ادبار قومی اک خیال و خواب ہو جائے



خادم اہل اللہ

ابوالوفائش راللہ کف اللہ ، امرت سر





شیخ الاسلام ابو الفتح محمد بن ابی البرکات

فکرۃ المسلمین فی تفسیر القرآن

